جامعہ مدنیہ لاہور کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ لاہور

بیاد

عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ

بانیٔ جامعہ مدنیہ

نگران

مولانا سید رشید میاں مدظلہ

مہتمم جامعہ مدنیہ، لاہور

شوال المکرم سنہ ۱۴۱۷ھ

فروری سنہ ۱۹۹۷ء

مسواک کے دس فائدے

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ مسواک کرنے کا التزام کرلینا چاہیے اس لیے کہ اس میں دس فوائد پنہاں (پوشیدہ) ہیں۔

(۱) دہن و دندان کا تعفن دُور ہو جاتا ہے اور مُنہ بالکل پاک و صاف ہو جاتا ہے۔

(۲) پروردگار عالم کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔

(۳) اِبلیس لعین کو زک پہنچتی ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ اور اس کے مقرب فرشتے مسواک کرنے والوں سے محبّت کرتے ہیں۔

(۵) مسوڑھے مضبوط ہوتے ہیں۔

(۶) بلغم دُور ہو جاتا ہے۔

(۷) مُنہ میں خوشبو پیدا ہوتی ہے اور بدبُو دُور ہو جاتی ہے۔

(۸) صفراوی مادہ ختم ہو جاتا ہے۔

(۹) نگاہیں روشن ہو جاتی ہیں۔

(۱۰) اور اتباعِ سُنّت کی سعادت و اجرِ اُخروی اس پر مستزاد ہے۔

نیز آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مسواک کی فضیلت کا ذکر کرتے ہُوئے یہ بھی فرمایا ہے کہ مسواک کر کے پڑھی جانے والی نماز، مسواک کے بغیر پڑھی جانے والی نماز سے ستّر گنہ بڑھ کر ہے۔ اس لیے جب بھی نماز پڑھنی ہو وضو کرتے وقت مسواک کرنی چاہیے۔

(المنبهات علی الاستعداد لیوم المعاد مترجم ص ۲۰۵)

ماھنامہ

انوار مدینہ

جلد : ۵ شوال المکرم ۱۴۱۷ھ ـ فروری ۱۹۹۷ء شمارہ : ۵

مدیر

سید محمود میاں

مدرس و نائب مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۰ روپے ـ ـ ـ ـ ـ سالانہ ۱۱۰ روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات ـ ـ ـ " ۴۵ ریال

بھارت، بنگلہ دیش ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ " ۱۰ امریکی ڈالر

امریکہ افریقہ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ " ۱۶ ڈالر

برطانیہ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ " ۱۷ ڈالر

○ اس دائرہ میں سُرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ

ماہ . . . . سے آپ کی مدتِ خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ رسالہ

جاری رکھنے کے لیے مبلغ . . . . . ارسال فرمائیں۔

ترسیلِ زر و رابطہ کیلئے دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

کوڈ... ۵۴ فون ۷۷۲۳۴۲۷۳-۲۰۱۰۸۶

فیکس نمبر ۷۷۲۶۷۰۲ - ۴۲ - ۹۲

○

سید رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا۔

اِس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت مولانا سیّد حامد میاںؒ	۶
رحمۃ للعالمینؐ اور سیاسی انقلاب	حضرتِ اقدس مولانا سیّد محمدّ میاںؒ	۱۰
شرافتِ انسانی	حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی صاحب	۱۷
شیطاں کی طرح کھول دیئے بابِ فِتن کیوں	جناب سیّد امین گیلانی صاحب	۲۵
حجاب	بنتِ حامد بن محمدّ	۲۶
رمضان المبارک	بنتِ حامد بن محمد	۲۹
سفرنامہ	جناب ڈاکٹر محمود الحسن	۳۰
حافظ نیاز احمد مرحوم	مولانا نعیم الدّین صاحب	۳۴
دار الافتاء	جناب مولانا ڈاکٹر عبدالواحد صاحب	۳۹
تحفۂ اصلاحی	جناب مولانا ڈاکٹر عبدالواحد صاحب	۴۷
حاصل مطالعہ	مولانا نعیم الدّین صاحب	۵۷
تقریظ و تنقید		۶۲

رابطہ: دفتر کراچی

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلہٗ، خطیب جامع مسجد سٹی اسٹیشن کراچی

انڈیا میں رابطے کے لیے

حضرت مولانا سیّد رشید الدّین صاحب حمیدی مدظلہ العالی، مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد یو۔پی۔ انڈیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہ ونصلّی علی رسولہ الکریم۔ امابعد!

گزشتہ ماہ ۹ جنوری کے روزناموں میں یہ خبر شائع ہوئی کہ"وزارت داخلہ نے ساری دنیا میں پاکستانی سفارت خانوں اور سفارتی مشنوں میں کام کرنے والے امیگریشن حکام کو ہدایت کی ہے کہ نئے پاسپورٹ بنوانے کے لیے رجوع کرنے والے قادیانی حضرات کے پاسپورٹوں کے مذہب کے خانے میں غیرمسلم یا قادیانی لکھنے کے بجائے "احمدی" لکھا جائے"۔

اس افسوس ناک خبر کے شائع ہوتے ہی ملک کے طول وعرض میں بالعموم اور مذہبی حلقوں میں بالخصوص تشویش کی لہر دوڑ گئی اور ہر غیرت مند مسلمان کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہونے لگا کہ سالہا سال سے جن کو "غیرمسلم" یا "قادیانی" لکھا جاتا تھا اچانک کون سے عوامل پیش آئے جن کی بنیاد پر اَب اُن کو احمدی لکھا جانا ضروری ہوگیا۔ ظاہری ہے اس کی کوئی معقول وجہ بیان نہیں کی جاسکتی، کیونکہ مذہبی خانہ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کسی بھی شخص کی مذہبی حیثیت اور تشخص دیگر تمام مذاہب سے جدا اور واضح ہوتاکہ کسی قسم کا مذہبی اشتباہ اور اشتراک باقی نہ رہے۔ قادیانیوں کو "احمدی" لکھنے کی صورت میں مذہبی خانہ کا مقصدِ اصلی ہی فوت ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ اس صورت میں ان کا مسلمانوں کے ساتھ اشتراک ہو جاتا ہے۔ کیونکہ حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلّم پر ایمان رکھنے اور آپ کو آخری نبی ماننے والا شخص ہی حقیقت میں اپنے آپ کو "احمدی" کہلا سکتا ہے قرآن پاک میں ہمارے آقا اور ہمارے سردار حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلّم کا ایک نام "احمد" بھی ذکر کیا گیا ہے۔ ارشادِ

باری تعالیٰ ہے اذ قال عیسی ابن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقًا لما بین یدی من التوراۃ ومبشرا برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد پ۲۸ ر ۹ ۔ ترجمہ ۔ جب کہا عیسیٰ کے بیٹے نے ، اے بنی اسرائیل میں بھیجا ہُوا آیا ہوں اللہ کا تمہارے پاس یقین کرنے والا اس کی جو مجھ سے آگے ہے توریت اور خوشخبری سُنانے والا ایک رسول کی جو آئے گا میرے بعد اس کا نام ہے احمد ۔ جبکہ مرزا مردود کا نام احمد نہیں تھا بلکہ غلام احمد تھا ۔ یعنی احمد کا غلام مگر اپنی بدکاریوں کی بدولت کُفر کے تاریک گڑھے میں گرا اور نبوّت کا جھوٹا دعویٰ کر کے رَبُ العزّت کی بارگاہ سے دھتکار دیا گیا اور یوں احمد کی غلامی کے اعزاز سے بھی محروم ہو گیا تو جو شخص نہ خود احمد ہو نہ غلام احمد ہو اور نہ احمدی ہو تو اس کے چیلے اور پیروکار بھی کسی صُورت احمدی نہیں ہو سکتے ۔ احمدی درحقیقت ہر وہ سچّا مسلمان ہے جو نبی علیہ الصلوۃ والسّلام کو سچّا اور آخری نبی ماننے کے ساتھ ساتھ آپ کے بعد کسی بھی قسم کی نبوّت کے دعویدار کو کافر اور مردُود مانتا ہو ۔ لہٰذا مرزائیوں کے لیے مذہب کے خانہ میں "احمدی" درج کرنے کی اجازت دینا درحقیقت اُن کو مُسلمانوں کی صف میں لا کھڑا کرنا ہے جو سراسر اسلام دشمنی اور پاکستان کے آئین سے بغاوت اور عقیدہ ختمِ نبوّت کی بنیاد پر ضربِ کاری ہے جس کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں دی جا سکتی اُمّت کا اس پر اجماع ہے کہ مرزا اور اس کے پیروکار دائرہ اسلام سے خارج اور کافر ہیں اور کُفر میں اُن کا درجہ ان کُفّار سے بھی نیچے ہے جو اہلِ کتاب ہیں ۔

درحقیقت مرزائی اپنے کو کافر یا غیر مسلم کہلانا نہیں چاہتے ، بلکہ مُسلمان ہی کہلانا چاہتے ہیں تاکہ وہ اُس کی آڑ میں بسہولت اسلام اور مُسلمانوں کے خلاف اپنی سازشوں اور سرگرمیوں کو جاری رکھ سکیں ۔ ۱۹۷۴ء میں جب قومی اسمبلی نے زبردست عوامی دباؤ اور تحریک کے نتیجہ میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیّت قرار دیا تھا اسی وقت سے اس فیصلے کے خلاف عالمی سطح پر مرزائی سرگرم ہیں اور وہ انسانی حقوق کے نام پر قائم عالمی سطح کی یہودی اور عیسائی تنظیموں کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ اُن کو غیر مُسلم اقلیّت قرار دے کر ظلم اور ناانصافی سے کام لیا گیا ہے اور اُن کے انسانی حق کو پامال کیا گیا ہے ، حالانکہ ہر معمولی عقل رکھنے والا یہ بات آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ اس فیصلے سے اُن کے مقام کی تعیین ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں اُن کے حقوق خود بخود متعیّن ہو جاتے ہیں ۔ لہٰذا ضروری ہے کہ معاشرے میں اُن کی ایسی شناخت ہو جو ابہام سے پاک ہو ، اور مُسلمانوں کے ساتھ کسی قسم کا مذہبی اشتراک نہ ہو سکے ، "تاکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان " لکم دینکم ولی دین" (تمہارے لیے تمہارا دین میرے لیے میرا دین) پر عمل ہوتا نظر آئے اور یہ ابہام بالکلیۃ اسی وقت رفع ہو سکتا ہے جب مذہبی خانہ میں ان کو مرزائی قادیانی یا

غیر مسلم لکھا جاتے۔ مرزائیوں پہ یہ حقیقت پوری طرح آشکارا ہے کہ وہ اسلام سے خارج اور کافر ہیں، مگر جس شجرِ خبیثہ کا بیج ہی انگریز نے بیجا ہو اور اس کی آبیاری کا مقصد ہی اسلام کے خلاف سازشیں کرتے رہنا ہو، اس کے لیے اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل کی یہی صورت بہتر ہے کہ اس کی شناخت اور حقیقت پہ پردہ پڑا رہے جس کی آڑ میں اپنے آقا انگریز کے سونپے ہوئے مشن کی تکمیل بحسن وخوبی انجام دے سکے اور یہ سب اسی وقت ممکن ہے کہ اُن کو غیر مسلم قادیانی یا مرزائی کے بجائے "احمدی" لکھا جائے ان کی اسلام دشمنی کی وجہ سے "انسانی حقوق" کی نام نہاد یہودی تنظیمیں ان سے ہمدردی رکھتی ہیں اور مختلف عیسائی حکومتوں کے ذریعہ ہماری حکومت پر دباؤ ڈالتی ہیں۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ اس قسم کے دباؤ میں ہرگز نہ آئے اور اس سلسلہ میں اپنے فیصلہ کو فورًا واپس لے اور ان حکومتوں پہ یہ بات واضح کر دے کہ یہ خالص ہمارا اندرونی اور مذہبی مسئلہ ہے جس کو ہم خود بہتر اور آزاد ذہن سے حل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ گورنر پنجاب خواجہ طارق رحیم کی طرف سے اخبارات میں اس قسم کے بیانات تو آنے شروع ہوئے ہیں کہ حکومت نے مرزائیوں کو "احمدی" لکھنے کا فیصلہ واپس لے لیا ہے۔ یہ بات بہت خوشی کی ہے مگر بیانات کا انداز ڈھیلا ڈھالا سا غیر تسلّی بخش ہے حکومت کو چاہیے کہ اس سلسلہ میں وزارتِ داخلہ واضح اور دو ٹوک پالیسی بیان جاری کرے تاکہ اس سلسلہ میں پھیلی ہوئی تشویش ختم ہو کر اطمینان کی فضا بحال ہو۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتنوں اور اسلام دشمن طاقتوں سے نبرد آزما ہونے کی ہمّت وطاقت عطا فرمائے۔ آمین۔

✻ گزشتہ ماہ ۱۸ جنوری کو سیشن کورٹ میں سپاہ صحابہ کے سرپرست مولانا ضیاء الرحمان فاروقی صاحب اور مولانا اعظم طارق صاحب کی پیشی کے موقع پر ریموٹ کنٹرول کے ذریعہ بم دھماکہ کیا گیا، جس کے نتیجہ میں مولانا ضیاء الرحمان فاروقی صاحب موقع پر شہید ہوگئے اور مولانا اعظم طارق صاحب شدید زخمی ہوتے، جبکہ ہلاک ہونے والوں کی مجموعی تعداد ۲۵، اور زخمیوں کی تعداد سو سے تجاوز کر گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ یہ طویل عرصہ سے ملک میں جاری دہشت گردی کی سب سے بدترین کارروائی ہے جس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے اور ان کارروائیوں کو ختم کرنے اور انکی پشت پناہی کرنیوالی قوتوں کو کچلنے میں سابقہ اور موجودہ حکومتیں بُری طرح ناکام رہی ہیں جسکی وجہ سے دہشت گردوں کے حوصلے مزید بڑھ گئے ہیں، اور آئندہ کے لیے بھی قیمتی جانوں کیلئے خطرات جوں کے توں ہیں۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا اور دیگر جاں بحق ہونے والوں کی مغفرت فرما کر اپنے ہاں بلند درجات سے نوازے اور اُنکے پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ ادارہ انکے اس صدمہ میں انکے ساتھ برابر کا شریک ہے۔

مولای صلّ وسلّم دائماً ابداً　علیٰ حبیبک خیر الخلق کلّھم

درسِ حدیث

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ کے زیرِ اہتمام ہر اتوار کو نمازِ مغرب کے بعد جامعہ مدنیہ میں "مجلسِ ذکر" منعقد ہوتی تھی۔ ذکر سے فارغ ہو کر حضرت رحمہ اللہ حدیث شریف کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ ذکر و بیان کی یہ مبارک اور رُوح پرور محفل کس قدر جاذب و پُرکشش ہوتی تھی الفاظ اس کی تعبیر سے قاصر ہیں۔

محترم الحاج محمود احمد عارف رح کی خواہش و فرمائش پر عزیز بھائی شاہد صاحب سلمہٗ نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے بہت سے دروس ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ محفوظ کر لیے تھے اور پھر دروس والی تمام کیسٹیں اُنھوں نے مولانا سید محمود میاں صاحب کو عطا کر دیں۔

ہماری دُعا ہے کہ جن کی مہربانی، توجہ اور سعی سے یہ انمول علمی جواہر ریزے ہمارے ہاتھ لگے، حق تعالیٰ اُن سب کو بیش از بیش اجر سے نوازے۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ یہ قیمتی لؤلؤ لالہ "انوارِ مدینہ" کے ذریعہ حضرت رحمہ اللہ کے مریدین و احباب تک قسط وار پہنچاتے رہیں گے۔

واضح رہے کہ حضرت کے خلفِ اکبر اور جانشین حضرت مولانا سید رشید میاں صاحب کے زیرِ اہتمام ذکر و درس کا یہ سلسلہ بفضلہٖ تعالیٰ اب بھی جاری ہے۔

ہنوز آں ابرِ رحمت درفشاں است　　خم و خمخانہ با مہر و نشان است

کیسٹ نمبر ۱۳، سائیڈ اے ۲۷، اگست ۱۹۸۲ء

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد وّ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

اما بعد! پچھلے درس میں یہ بات گزر چکی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا موازنہ کر رہے تھے، اُنھوں نے فرمایا کہ میرے سارے عمل ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دو دن کے عملوں کے برابر ہو جائیں تو مجھے یہ پسند ہے۔ فرمایا۔ ایک عمل ایک شب کا ہے ایک عمل ایک دن کا ہے۔ رات کا عمل تو وہ بتلایا جب غار میں آپ تشریف لے گئے۔ اس وقت جو اُنھوں نے ایثار کیا وہ بہت زبردست تھا اور دن کا عمل اُنھوں نے اور بتلایا، وہ یہ کہ فَلَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اِرْتَدَّتِ الْعَرَبُ جو عرب کے قبائل تھے وہ اسلام سے پھر گئے العیاذ باللہ، وَ قَالُوْا لَا نُؤَدِّیْ زَکٰوۃً اور اُنھوں نے کہا ہم

زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا لَوْ مَنَعُوْنِیْ عِقَالاً لَجَاھَدْتُّھُمْ عَلَیْہِ اگر یہ لوگ ایک رسّی دیا کرتے تھے جانور کے ساتھ اور اب وہ رسّی نہ دیں لَجَاھَدْتُّھُمْ عَلَیْہِ تو میں اس پر بھی اُن سے جہاد کروں گا۔ فَقُلْتُ یَا خَلِیْفَۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَأَلَّفِ النَّاسَ وَارْفُقْ بِھِمْ اے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خلیفہ لوگوں کو مانوس کیجیے اور لوگوں کے ساتھ نرمی کیجیے فَقَالَ لِیْ اُنھوں نے مجھے جواب دیا اَجَبَّارٌ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ وَخَوَّارٌ فِی الْاِسْلَامِ زمانۂ جاہلیت میں تو تم بہت زبردست تھے۔ بڑے مضبوط اور بہادر تھے وَخَوَّارٌ فِی الْاِسْلَامِ اب اسلام کے دَور میں ایسے پھُس پھُسے ہوگئے، تو یہ کمزوری تو مناسب نہیں ہے۔

مَیں نے آپ کو بتلایا تھا کہ جب ۶ھ میں صلح حدیبیہ ہُوئی تو حضور علیہ السّلام نے بادشاہوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ اُن میں جو روم کا بادشاہ تھا جس کی حکومت شام تک (پھیلی ہوئی) تھی، یہ فلسطین، لبنان، اُردن، شام یہ سب اس کی حکومت میں داخل تھے اور عراق کا ایک حصّہ بھی تھا، تو اُس کے پاس جب والا نامہ پہنچا تو پہلے تو اُس نے والا نامہ کی بڑی تعظیم کی بہت متأثر ہُوا اور اس کے دل میں یہ آیا کہ میں اپنی قوم سے کہوں کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ اس نے ایسا انتظام بھی کر لیا۔ اُس نے لوگوں کو بُلایا جیسے دیوانِ خاص یا دیوانِ عام لگے ہُوئے ہوتے ہیں وہاں بُلایا لوگ نیچے تھے وہ اُوپر تھا، یہاں بھی ایسا ہی سلسلہ بنا ہوا ہے۔ بادشاہ کے بیٹھنے کی جگہ اُونچی ہوتی ہے اور لوگوں کی نیچے اب سٹیج اس کی نقل ہوگئی وہ آیا وہاں اور اس نے آکر اُن سے کہا کہ ایسے مجھے والا نامہ ملا ہے اور تم لوگ یہ چاہتے ہو اگر کہ فلاح و کامیابی اور رُشد حاصل کرلو تو پھر نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بیعت کرلو، اِن کو مان لو تمہارا مُلک بھی ثابت رہے گا۔ اُنھوں نے جب اس کی یہ تقریر سُنی تو وہ بھاگ گئے۔ بھاگے تو دیکھا کہ دروازے بند ہیں۔ یعنی اُنھوں نے واک آؤٹ کیا کہ نکل گئے وہاں سے احتجاج کے طور پر، اس نے پہلے ہی دروازے بند کرا دیے تھے کہ باہر نہ کوئی نکلنے پائے۔ پھر سپاہیوں سے کہا بُلا کر لاؤ اُنھیں میرے پاس اور اُس نے کہا کہ مَیں تمہارا مذہب دیکھنا چاہتا تھا کہ تم کتنے اپنے مذہب پر قائم ہو۔ مَیں نے وہ آزما لیا تم اپنے مذہب پر بڑے پکّے ہو۔ اب اس نے دوسری تدبیریں کیں وہ یہ کہ مسلمانوں کو بڑھنے ہی نہ دیں۔ آگے ہی نہ بڑھنے دیں، چنانچہ اس نے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی مسلمانوں سے تو ایک جگہ ہے مُوتہ جو مدینہ منوّرہ سے شام کے راستہ میں آتی ہے۔ وہاں اُس نے ایک لشکر بھیج دیا جب اطلاع ملی کہ وہاں ایک لشکر آیا ہے تو پھر جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک لشکر روانہ فرما دیا اور اس کی

قیادت کے لیے تین حضرات کے بارے میں فرمایا کہ اگر یہ نہ رہیں تو پھر یہ اور یہ نہ رہیں تو یہ اور یہ نہ رہیں تو یہ، وہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ تھے۔ زید بن حارثہؓ تھے۔ اُن کے بارے میں تو بتلایا اور پھر آخر میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے حضرت علیؓ سے دس سال بڑے تھے، وہ تھے، اُن کے بارے میں فرما دیا کہ پھر یہ لے لیں قیادت، اب وہاں اسی طرح صفیں بنیں لڑائی ہوئی اور بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ ایک شہید ہو گئے تو جھنڈا دوسرے نے لے لیا۔ دوسرے شہید ہو گئے۔ تیسرے نے لے لیا تیسرے جو تھے، وہ حضرت جعفرؓ تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں یہ باتیں بتلاتے رہے کہ اس وقت وہاں یہ ہو رہا ہے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے بے حد بہادری اور قوت کا مظاہرہ کیا۔ ایک بہت بڑی قوت تھی اُن کی جسمانی کہ اُن پر زخم بھی آتے رہے وار بھی ہوتے رہے اور ایک ہاتھ کٹ گیا، ایک ہاتھ کٹ گیا تو دوسرے ہاتھ سے پکڑ لیا انہوں نے جھنڈا چھوڑا نہیں۔ دوسرا ہاتھ بھی کٹ گیا تو انہوں نے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا جو کٹ چکے تھے

پھر وہ شہید ہوتے ہوئے نوے سے زیادہ زخم ان کے جسم پر آئے۔ اگلے حصہ میں، بالآخر وہ شہید ہو گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ اب خالد بن ولیدؓ نے سَیْفٌ مِنْ سُیُوْفِ اللہِ۔ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے جھنڈا ہاتھ میں لے لیا اور اللہ تعالیٰ اُن کو فتح دے دی مِنْ غَیْرِ اِمْرَأَۃٍ بغیر اس کے کہ انہیں امیر کوئی مقرر کرتا یا میں اُن کو مقرر کرتا ماحول کے مطابق انہوں نے فوراً کارروائی کی اور جھنڈا لے لیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح عطا فرما دی۔ یہ باتیں تو اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلا دیں تھیں، موتہ کے غزوہ کا معجزہ ہے کہ وہاں لڑائی ہو رہی تھی اور یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتلا رہے تھے۔ باقاعدہ اطلاع جو فتح کی ہے، وہ تو آدمی لے کر بہت بعد میں آیا ہے کئی دن بعد پہنچا ہے آدمی، تو یہ لڑائی سب سے پہلی ہوئی ہے مسلمانوں کی اور عیسائیوں کی اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ اس عیسائی بادشاہ نے جو اسلام کی طرف بھی آ گیا تھا۔ طبیعت اس کی مائل رہی تھی اپنے لوگوں کو بھی لانا چاہتا تھا، لیکن جب لوگ نہ مانے مایوس ہو گیا تھا تو پھر اُس نے یہ کیا کہ اس طرح سے اُن کو کچل دینا چاہیے۔ بڑھنے ہی نہ دو آگے تو اس میں یہ ہوا کہ وہ مار تو نہ سکے اُن کو، نقصان بہت ہو گیا، مسلمانوں کا مگر شکست نہیں ہوئی اس کے بعد اطلاع ملی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات سے کوئی نو مہینے پیشتر کہ یہ تبوک میں جمع ہو گئے ہیں تبوک میں معلوم یہ ہوا تھا کہ کوئی بہت بڑا لشکر ہے جو آنے والا ہے اور بادشاہ خود آنے والا ہے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں خود تشریف لے گئے، اور

تیس ہزار صحابہ کرام کا لشکر تھا۔ اتنی بڑی تعداد کبھی صحابہ کرام کی جمع نہیں ہوئی تھی، کسی لشکر میں وہاں تشریف لے گئے، لیکن نہ بادشاہ آیا نہ کوئی لشکر آیا۔ معلوم ہُوا کہ ہمّت ہی نہیں ہوئی۔ بہرحال وہ نہیں آئے۔ اس کے بعد یہ چیز چل رہی تھی کہ کہیں اور وہ جمع ہو رہے تھے جہاں وہ جمع تھے وہاں کارروائی ضروری تھی تو رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حضرت زیدؓ کے بیٹے حضرت اُسامہؓ کو جن کی عمر بہت تھوڑی تھی کوئی سترہ سال عمر تھی اُن کو سپہ سالار بنایا اور اُن کے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو روانہ فرمایا اور دستِ مبارک سے جھنڈا تیار کر کے دیا، لیکن انہی دنوں میں علالت شروع ہوگئی۔ جب علالت شروع ہوئی ہے تو سفر مؤخر ہوگیا پھر آقائے نامدار صلّی اللہ علیہ وسلّم دُنیا سے رُخصت ہوگئے، ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کی جگہ قائم مقام ہوگئے۔ اب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مَیں تو یہ لشکر روکوں گا نہیں۔ مَیں تو بھیجوں گا، حضرت عمرؓ عرض کرنے لگے کہ اِدھر وہ زکوٰۃ سے انکار کر رہے ہیں۔ وہ جمع ہوگئے ہیں اور کچھ وہ جھوٹی نبوّت کے دعویدار یہ بھی کاروبار ہے تو بہت سے لوگوں نے نبوّت کے دعوے شروع کر دیے تھے ایک دو چار چھ سات تک ہوگئے ابوبکرؓ کے زمانہ میں انھوں نے کہا میں اِن سے بھی لڑوں گا۔ اَب آدمیوں کی تعداد تو محدود ہے۔ وسائل محدود ہیں، آپ تین طرف لشکر بھیج رہے ہیں۔ ایک اِدھر بڑی حکومت تھی وہ سُپر پاور طاقت تھی۔ دُنیا کی سب سے بڑی طاقتیں دو ہی تھیں، رومی حکومت تھی یا یہ کسرٰی کی فارسی ایرانی حکومت تھی، اور ان میں سے ایک سُپر پاور کے مقابلے کے لیے بھی آپ لشکر بھیج رہے ہیں۔ اِدھر جو قبائل اِنکارِ زکوٰۃ کر رہے ہیں اُن سے بھی آدمی آپ لڑنے کے لیے بھیج رہے ہیں اُدھر آپ اُن لوگوں کے مقابلے میں بھی بھیج رہے ہیں کہ جنھوں نے دعوٰی نبوت کر رکھا ہے جیسے مُسیلمہ کذاب تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زبردست ہمّت تھی اُنھوں نے کہا ذرا نرمی کر لیجیے، ہیں تو مُسلمان سمجھ جائیں گے، سمجھ جائیں گے تو اس کے بعد زکوٰۃ دینے لگیں گے۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا اَجَبَّارٌ فِی الْجَاهِلِيَّةِ وَخَوَّارٌ فِی الْاِسْلَامِ زمانہ جاہلیت میں تو تم بہت زبردست تھے، بڑے مضبوط اور بہادر تھے، اَب اسلام کے دَور میں ایسے پھس پھسے ہو گئے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ دن ہے وہ کہ جس کے بارے میں میری خواہش ہے کہ میرے سارے عمل اس دن کے برابر ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحابہ کرام کی محبّت نصیب فرمائے۔

(قسط: ۵)

رحمۃٌ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

اور

سیاسی انقلابات

ذیل میں حضرت مولانا محمد میاں صاحب رحمہ اللہ کی ایک نادر تحریر پیش کی جا رہی ہے جو آپ نے رحمۃ للعالمین اور سیاسی انقلابات کے عنوان سے لکھی تھی۔ آپ کی یہ تحریر عرصہ سے نایاب تھی حال ہی میں ادارہ کو ایک قدیم لائبریری سے دستیاب ہوئی تھی۔ ادارہ

پانچواں باب

عقیدۂ توحید کی تشریح

جامعہ بشریت کا حقیقی مربّی ـــــ نظامِ عالم کا مُقَنِّنِ اعظم

راحت۔ امن، خوشحالی، آشتی، رحم، انصاف۔ کیسے پیارے لفظ ہیں۔ انسان ان کا یکساں دلدادہ ہے۔ وہ ہمیشہ انھیں پکارتا رہا، اور ان کے نعرے لگاتا رہا، مگر افسوس کامیابی بہت کم نصیب ہوئی ـــــ وجہ یہ ہے کہ ان چیزوں کا ضرورت مند انسان کا کمزور طبقہ ہوتا رہا۔ بلاشبہ اس کو خوشگوار الفاظ کی حقیقت کا سچّا اشتیاق رہا، اور اس کے لیے وہ ہمیشہ ہر ایک قربانی پر آمادہ رہا۔

مگر بدقسمتی سے اکثر یہی ہُوا کہ خود غرض، مکار آگے آگئے۔ انھوں نے قیادت کا عَلَم ہاتھ میں لیا اور بھولے بھالے انسانوں کی ٹولیوں کو اپنے ساتھ ملا کر انقلاب پیدا کر دیا۔

اور جب وہ خود اقتدار کے مالک ہوگئے۔ دولت اُن کے قدموں میں آگری تو کمزور انسانوں کی ٹولیوں نے نے دیکھا کہ اُن کی مصیبت میں ایک رتی بھر بھی کمی نہیں ہوئی۔ فرق صرف یہ ہوا کہ آقا بدل گئے۔ غریب انسان پہلے کی طرح بدستور غلام اور مجبور باقی رہا۔

تم نے خود دیکھ لیا۔ انگریز نے کس طرح مغلیہ سلطنت کے مقابلہ میں امن و سلامتی کا جھنڈا بلند کیا تھا اور پھر اقتدار حاصل کرنے پر اس کو اپنے ہی ہاتھوں کس شاندار طرح سے سرنگوں کیا۔ دُنیا آج تک تعجب کرتی رہی کہ موسیٰ علیہ السّلام کے متعلق فرعون نے قتل کا حکم صادر کیا تھا تو قانونی اور آئینی طور پر موسیٰ علیہ السّلام کو دو قسم کے جُرم کا مُجرم قرار دیا تھا۔ مذہب کی بربادی اور ملک میں فساد انگیزی۔

قَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِیٓ اَقْتُلْ مُوْسٰی　فرعون نے کہا مجھے موقع دو کہ مَیں موسیٰ کو قتل کر دوں وہ پکار

وَلْیَدْعُ رَبَّهٗ　لے اپنے خُدا کو

اِنِّیٓ اَخَافُ اَنْ　(وجہ قتل) مجھے ڈر ہے کہ وہ تمہارا دین بدل دے گا (حکومت

یُّبَدِّلَ دِیْنَكُمْ　برطانیہ اور اُس کے ہمنواؤں کو بھی خطرہ حضرت مولانا

اَوْ اَنْ یُّظْهِرَ　حسین احمد صاحب مدظلہ۔ مفتی کفایت اللہ صاحب

فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ　کے متعلق یہی لاحق ہوگیا ہے) یا پھیلائے زمین میں فساد

(سورۃ زخرف۔ ع ۵ ج ۲۴)　(چنانچہ رحم دل برطانیہ درد سے بے چین ہے کہ بالشوزم یا کانگرسی پروپیگنڈہ۔ ہندوستان میں فساد پھیلا دے گا۔)

عالمِ انسانی نے جب اس قسم کے جُھوٹے مدعیوں کا تجربہ کر لیا۔ تو اب وہ دوسرے نظامِ حکومت کی طرف متوجہ ہوئے کہ نظامِ حکومت جمہوری ہو۔ انتخابات کے ذریعہ مجلسِ قانون ساز مرتّب ہو، اور جملہ ارکانِ حکومت اُس کے ماتحت ہوں۔ ملوکیت کا خاتمہ کر دیا جائے، کسی کو بادشاہ اس لیے نہ بنایا جائے کہ اس کا باپ بادشاہ تھا، بلکہ حاکمِ اعلیٰ کا انتخاب بھی رائے عامہ ہی سے ہو۔

بلاشُبہ۔ یہ نقشہ وہی ہے جس کو انسان کی فطرت نے قدرتی اور الہامی طور پر قائم کیا تھا جس کا تذکرہ ہم دوسرے باب میں سیّدنا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی تصانیف سے اقتباس کرتے ہوئے تفصیل سے کر آئے ہیں، مگر اس میں بھی انسان نے ایک بڑی ٹھوکر کھائی۔

غلطی یہ تھی کہ جزوی اور کلی قانون کا اختیار اسی مجلس کو دے دیا اور اپنے ہی جیسے انسانوں سے رحم اور انصاف کا طالب ہوگیا، حالانکہ ناممکن ہے کہ کبھی بھی کوئی جمہوریہ دُنیا کے اندر مساوی طور پر تمام انسانوں کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ برت سکے۔ فریب خوردہ بھولے انسان نے جمہوریہ سے عدل و انصاف کی توقع اس لیے کی تھی کہ

اراکینِ حکومت انتخاب کے وقت اس کی رائے کے محتاج ہوں گے۔

بیشک یہ حالت ضرور پیش آئی لیکن مصیبت یہ ہوئی کہ

(۱) نظامِ حکومت اکثریت کے ہاتھ میں پہنچ گیا۔ تجویز یہ پاس کی گئی کہ ہر ایک بالغ ووٹ دے، مگر اکثریت کے غلبہ سے اب بھی نجات نہ نصیب ہوئی۔

(۲) با ایں ہمہ: یہ نظامِ حکومت خود اکثریت کے عوام کے لیے بھی عدل وانصاف کا حامل نہ ہو سکا۔ کیونکہ قانون درحقیقت عوام نے نہیں بنایا، بلکہ ان چند نمائندوں نے بنایا جو کروڑوں میں سے منتخب کیے گئے تھے۔

لیکن کیا ان نمائندوں میں ہر شخص اعلیٰ اخلاق کا مالک تھا؟ وہ انصاف اور عدل رحم وکرم کا متوالا تھا؟ اور کیا اس کو عوام کے ساتھ اتنی ہی محبت تھی جتنی اپنی ذات کے ساتھ یا اپنے گھرانے اور اپنی برادری کے ساتھ۔

اور پھر کیا ہر نمائندہ کو عوام کے جذبات کا صحیح علم تھا۔ اُن کی ضرورتوں کا صحیح احساس تھا۔ ہرگز نہیں۔

حالت یہ ہے کہ امیر کو غریب کے درد دُکھ کی خبر نہیں اور غریب امیر کے لذّت پرست جذبات سے واقف نہیں شہری اور دیہاتی کی ضرورتوں کے بموجب جذبات میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

تاجر دستکار کی پریشانی سے بے خبر اور دستکار تاجر کی ضرورت سے قطعًا بے پروا۔ ایک مرد اور ایک عورت ساری زندگی ساتھ گزار دیتے ہیں مگر کیا مرد کو نسوانی جذبات کی واقفیت ہوتی ہے اور اس کے دل میں وہی چیزیں اُمنگ پیدا کیا کرتی ہیں جو عورتوں کے دلوں کو لبھاتی اور فریفتہ کرتی ہیں۔

ہاں بیشک۔ غیر ملکی نظام حکومت کے مقابلہ پر اہلِ ملک کی مشترک اور عام[۱] ضرورتوں کے لیے یہ نظام مفید ہو سکتا ہے۔ لیکن عدل وانصاف کا مکمل نقشہ ناممکن ہے کہ اس سے ظہور پذیر ہو۔

(۳) اور پھر وہ انسان جو ایک جمہوریہ کی حدودِ حکومت سے باہر ہوں۔ وہ اگر کسی وجہ سے کسی توجہ کے مستحق ہو بھی جائیں تو اُن ناانصافیوں سے تو محروم رہ نہیں سکتے جو جغرافیائی یا نسلی تقسیم کے تقاضے پر اُن کے ساتھ برتی جائیں۔ اور خصوصًا ایسے موقعہ پر جہاں ہر ایک کے مفاد کا دوسرے سے تصادم ہو۔

---

[۱] چنانچہ علماء ربانی انگریزی اقتدار کے مقابلہ میں اس کو ترجیح دیتے ہوئے اس کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں اور اس جدوجہد کو ضروری اور لازمی سمجھتے ہیں کیونکہ دو نقصانوں کے مقابلہ پر ایک کو برداشت کرنا اور دوسرے کو ہٹا دینے کی جدوجہد کرنا فطرت کا تقاضا ہے اور شریعت کا حکم ہے۔ من ابتلی ببلیتین فلیختر اھونھما۔

(۴) وضعِ قانون کے بعد، اجراءِ قانون کا نمبر آتا ہے۔ جو تنخواہ دار نوکروں کے سپرد کیا جاتا ہے جو مکر و فریب شہوت پرستی اور خود غرضی میں کسی سے کم نہیں ہوتے۔ یہاں رشوت کی گرم بازاری ہوتی ہے۔ کبھی تعصب کے شعلے بھڑکتے ہیں۔ کبھی شہوت پرستی کے جذبات بروئے کار آتے ہیں۔ ہزاروں بے ایمانیاں، ہزاروں مکاریاں ان خود غرض حاکموں اور چاکروں کے دامن میں پناہ لیتی ہیں۔ کیا یہ نوعِ انسانی کے لیے رحمت بن سکتے ہیں؟

سچے خادمانِ خلق

عقل انسانی گھبرا جاتی ہے۔ بار بار پریشان ہوکر سب طرف دوڑتی ہے۔ گھبرا گھبرا کر بار بار سوال کرتی ہے کہ وہ فطرت۔ وہ مقدس فطرت، جس نے انسان کی ہر موقعہ پر رہنمائی کی۔ ہر آڑے وقت میں کام آتی رہی، کیا اس مرحلہ پہ اُس نے انسان کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اس کی رہنمائی سے مُنہ موڑ لیا۔

لیکن درحقیقت یہ بہ خود غلط انسان اور وارفتہ انسان کی غفلت ہے ــــ بلاشُبہ انسان ہر موقعہ پر غافل ہوتا رہا ہے۔ اس ناصبر اور ناشکرے نے ہر جگہ یہی سمجھا کہ ہر ایک چیز کا ذمّہ دار اور اُس کا حقیقی مالک یہی ہے نہ کوئی پیدا کرنے والا ہے نہ پالنے والا۔ نہ رزق دینے والا نہ کوئی رحم کرنے والا ہے، نہ کوئی شفاء دینے والا۔ نہ کوئی اُس کی فطری ضروریات مہیّا کرنے والا۔

مگر یہ سَراسَر دھوکا تھا، اگرچہ انسان ہمیشہ اس دھوکے میں مُبتلا رہا۔ (اِلّا ماشاءاللہ)

سُنو اور غور سے سُنو ــــ دُنیا کی تاریخ اعلان کر رہی ہے کہ اُنھیں درندہ صفت عیش پرست۔ خود غرض ظالموں کے جھمگٹوں میں ایک مقدس جماعت بھی پیدا ہوتی رہی ہے۔ جو سچے خادمانِ خلق تھے، اور جامعہ بشریّت کے سچے ہمدرد۔ کلیہ انسانیہ کے سچے بہی خواہ۔ اُنھوں نے سوتے ہُوئے انسان کو بیداری کے لیے ہمیشہ جھنجھوڑا۔ غافل انسان کو ہوشیار بنانے کے لیے ہمیشہ ندا دی۔ اور گلے پھاڑ پھاڑ کر کہا کہ او غافل انسان تو سب سے پہلے خود اپنی ہستی پر نظر کر۔

تو کیا ہے؟ سوچ۔ تیرا حقیقی مربّی کون ہے۔ غور کر۔ انسانیت کیا چیز ہے؟ اس کو

شرافت کیوں مرحمت ہوئی۔ وہ دنیا کی تمام چیزوں سے کیوں بالا ہے۔ اُس کے فرائض کیا ہیں۔ سمجھ اور عمل کر۔

ہمدردانِ انسانیت کی اس مقدس جماعت نے آگاہ کیا کہ اگر کوئی ریل گاڑی جارہی ہے، تو عقل مندی یہ ہے کہ مسافر اُس میں بیٹھ لے۔ یہ عقل مندی نہیں کہ عاجز۔ مفلس اور مجبور ہوتے ہوئے اس خیال میں لگ جائے کہ ریلوے کے تمام انتظام سے آنکھ بند کر کے الگ ڈبہ بناؤ اور اس کو بلا پلوں کے دوڑاؤ۔

غافل انسان۔ قدرت تیری حماقت پر ہنستی ہے۔ جب تو اپنے جیسے انسانوں کے سامنے بھیک کے لیے ہاتھ پھیلاتا ہے اور سمجھتا رہتا ہے کہ قدرت نے تجھ کو یتیم چھوڑ دیا ہے۔ اس نے تیرے لیے کچھ نہیں کیا۔ تو اپنی جیبوں کو رزاق سمجھتا ہے، حالانکہ زمین سے غلہ قدرت نے پیدا کیا۔ بارش اُس نے برسائی۔ ہوا اُس نے چلائی۔ آفتاب کی دُھوپ اُس نے پیدا کی۔ پودا نکالنا اس کا کام تھا۔ بڑھانا۔ پکانا۔ سب قدرت کا کام تھا۔

ان مقدس انسانوں نے دعوت دی کہ انسان اپنی نظر کو وسیع کرے۔ وہ نگاہ اوپر اُٹھائے دیکھے۔ یہ آفتاب، یہ چاند، یہ آسمان، یہ زمین، یہ سمندر، یہ پہاڑ۔ غرض کائنات کی تمام چیزیں کسی نظام کے ماتحت ہیں یا غیر منظم، غیر مرتب، نہ دن کا ٹھکانا ہے۔ نہ رات کی انتہا۔ نہ گرمیوں کا کوئی موسم نہ برسات کے کچھ مہینے۔ نہ بیماری کا کوئی اُصول نہ شفاء کا کوئی طریقہ۔ نہ پیدائش کا کوئی نظم۔ نہ موت کے لیے کچھ اسباب۔

ان مقدس انسانوں نے انسان کو چیلنج کیا کہ وہ غور کرے اور گہرا غور کرے کہ صرف اس چیز کے علاوہ جس کا نظم اُس نے اپنے ذمہ لے لیا ہے یا جس کو وہ اپنا ذاتی حق سمجھتا ہے۔ کیا کائنات کی کوئی چیز بھی نظم سے خالی ہے۔ اے کاش انسان غور کرنے لگے تو وہ بآسانی سمجھ سکے گا کہ اس کی مثال اسی بے وقوف مسافر کی ہے۔ جو پلیٹ فارم پر کھڑا گاڑیوں کی آمد و رفت ریلوے کا انتظام، مسافروں کی روانگی وغیرہ وغیرہ سب دیکھ رہا ہے۔ نظام کی خوبی کو پسند کر رہا ہے۔ اس کی تعریف میں قصیدے گا رہا ہے۔ مگر نہیں سمجھ سکتا کہ یہ نظام اس کے لیے بھی ہے۔ وہ بھی اس سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔

اس مقدس انسانوں نے بار بار اعلان کیا، کہ انسان کے لیے فلاح اور بہبودی کی بہترین اور کامیاب

شکل صرف یہی ہو سکتی ہے کہ وہ خود کو اس کائنات کے ہمہ گیر نظام کا ایک جز سمجھے اور جس طرح وہ پیدائش زندگی۔ موت اور ان کے تمام متعلقات میں نظام قدرت کے سامنے لازمی اور فطری طور پر گردن جھکائے ہوئے ہے۔ وہ اپنی اجتماعی ضرورتوں اور ما بعد الموت کی فلاح کے لیے بھی اسی قدرت کے سامنے سر تسلیم خم کر دے۔ وہ اس حماقت میں تو ہر گز مبتلا نہ ہو کہ یہ تمام قدرت۔ قادر کے بغیر ہے۔ قانونِ فطرت اگرچہ نہایت مضبوط ہے، مگر اس کا بنانے والا کوئی نہیں۔

ہاں یہ غور کرے۔ اور یہی غور اس کا عاقلانہ اور منصفانہ غور ہوگا اور یہی غور اس کو شک و شبہہ کی تمام تاریکیوں سے نجات دلا کر اطمینان اور یقین کا نور بخشنے گا کہ ــــــ اس بے پناہ قدرت کا جو مالک ہے وہ کیسا قادر، کیسا خالق، کتنا جلیل القدر، کتنا عظیم الشّان، کیسا مالک ہے۔ نظام عالم کے قانون کا جو مقنن ہے۔ وہ کیسا حکیم، کیسا دانا اور کیسا بصیر ہے۔ لامحالہ اس کی قدرت بے انتہا۔ اس کی دانائی اور حکمت غیر محدود، اس کا علم، اس کا ارادہ سارے عالم کو محیط، اس کا رحم و کرم۔ اُس کی داد و دہش ایسی عام کہ کائنات کی ہر چیز اُس کی وظیفہ خوار۔ اس کی بخشش سے حصّہ یاب۔ خود انسان اپنی زندگی میں جو اُس کی سب سے بڑی دولت ہے۔ اور اچھی طرح غور کرے تو یہ بھی یقین کر لے کہ تمام ضروریات زندگی میں اُسی کے لُطف و کرم سے حصّہ پانے والا۔

تو جب ایک ہی نیچر۔ ایک ہی فطرت، ایک ہی قدرت اس تمام کائنات میں کار فرما ہے عقل کی موشگافیوں نے سائنس کی تحقیقات نے عالم انسانی۔ عالم حیوانات اور اس ساری کائنات کا مرکز صرف ایک ہی نیچر اور ایک ہی قدرت کو پہچانا۔ تو کیا انسان کا مربّی اور اُس کا خالق ایک کے سوا دو ہوں گے؟

اگر دو ہوئے تو کیا اقتدار کا سوال وہاں پیدا نہ ہوگا۔ اور کیا نظام عالم درہم برہم نہ ہوگا۔ ان مقدّس بندگانِ خدا نے انسانوں کو بار بار للکارا کہ او خدا کی زمین پر بسنے والو ــــــ غافل اور نادان انسانو دیکھو تم نیچر کے سامنے جا کر گردنیں جھکا دیتے ہو۔ یہ تمہاری نادانی ہے تمہاری گردنیں نیچر کے بنانے والے کے سامنے جھکنی چاہئیں ــــــ تم نے فطری طور پر یقین کیا کہ دُنیا کی تمام چیزیں میرے لیے ہیں۔ ابر و باد کی تمام گلکاریاں صرف میرے لیے ہیں۔ یہ بہنے والے دریا یہ گول زمین۔ یہ اُونچے پہاڑ۔ یہ روشن آفتاب، یہ چمکنے والے چاند تارے۔ یہ سبز و شاداب منظر۔ یہ قدرت کا گلشن اور چمن۔ سب میرے لیے ہے۔

تم نے یہ سمجھا صحیح سمجھا۔ یہ سب تمہارے ہیں۔ قدرت کی ہر چیز تمہاری ہے، مگر افسوس تمہاری عقلوں پر

پردہ پڑ گیا۔ تم نے یہ نہ سمجھا کہ تمہارا پروردگار کون ہے۔ تمہارے لیے یہ تمام نعمتیں جس نے مہیّا کیں، وہ تم پر کتنا مہربان ہے کتنا رحیم و کریم ہے۔ تمہیں اُسی کی حمد و ستائش کرنی چاہیے اور اسی کے سامنے جھکنا چاہیے۔ تمہیں اسی سے اپنی فلاح اور اپنے اجتماعی نظام کے لیے دستور مانگنا چاہیے۔ اُسی سے قانون کی درخواست کرو اسی کا خوف دل میں بٹھاؤ۔ اور یقین کرو کہ ہم اس کے سامنے جواب دہ ہیں۔ ہمارے تمام اعمال کا وہ محاسبہ کرے گا۔

ہمیں اُسی کے قانون کو لے کر انسانیت کی خدمت کرنی ہے۔ اُسی کا قانون مکمّل قانون ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہی مساوی طور پر تمام انسانوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ اُن کی ضرورتوں کو جاننے والا ہے اُن کے جذبات سے واقف ہے۔ کیونکہ وہی خالق ہے۔ وہی واقف اور علیم ہے۔ جب تک بادشاہ اور حاکم۔ اراکینِ حکومت اور ممبرانِ جمہوریہ۔ رب ذوالجلال کے یقین کے ساتھ۔ اس کے عدل و انصاف کے قانون کو مضبوطی سے پکڑ کر اور اُس کی بارگاہ میں اپنی مسئولیت اور جواب دہی کے صحیح احساس کے ساتھ مخلوقِ خُدا کی خدمت نہ کریں۔ تو وہ جھوٹے ہیں۔ کذّاب ہیں۔ دجّال ہیں۔ مکّار ہیں، فریبی ہیں۔ ہرگز انصاف قائم نہیں کر سکتے اور کسی طرح انسانیتِ عظمٰی کے خادم نہیں بن سکتے دیکھو اور غور کرو۔ کس قدر مُبارک ہیں یہ الفاظ اور کتنے معنی خیز اور تمہاری ضرورتوں کے ذمّہ دار ہیں۔ یہ کلمات۔ جن کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

شروع کرتا ہوں اُس خدا کے نام پر جو بے انتہا مہربان اور بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ تمام تعریفوں اور خوبیوں کا مالک ہے۔ وہی خدا جو تمام جہانوں کا پیدا کرنے والا اور پالنے والا ہے جو بے انتہا مہربان اور بہت زیادہ رحم فرمانے والا ہے جو محاسبہ اور باز پُرس کے دن کا مالک ہے۔

خدا وندا۔ ہم صرف تیرے ہی سامنے عاجزی اور اطاعت کی گردن جُھکاتے ہیں اور صرف تیرے ہی سے (اپنے اجتماعی، انفرادی، اخلاقی، روحانی، دنیاوی۔ اخروی معاملات میں) مدد چاہتے ہیں۔

ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت فرما۔ ان لوگوں کا راستہ بتا۔ جن پر تُو نے انعام فرمایا۔ جن کو خلق کا سچّا خادم بنا کر انسانیت عظمٰی کو اُن سے آرام پہنچایا۔ جس سے وہ تیری بارگاہ میں بڑے درجوں کے مستحق ہوئے۔ ہمیں ان لوگوں کے راستہ سے روک (جو خدمت خلق کے جھوٹے دعوے دار ہو کر ہمیشہ کے لیے حکومت سے محروم کر دیے گئے اور اس طرح) اُن پر تیرا غضب نازل ہوا۔ (جیسے

(بقیہ بر صفحہ ۵۶)

(قسط نمبر ۳ آخری)

شرافتِ انسانی اور ذکر اللہ

۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ ۳ اکتوبر ۱۹۹۶ء بروز جمعرات شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے بڑے صاحبزادے حضرت اقدس مولانا سید اسعد مدنی دامت برکاتہم صدر جمعیۃ علماء ہند مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کی دعوت پر پاکستان تشریف لائے حسبِ معمول جامعہ میں قیام فرمایا۔ ۲۵ جمادی الاولیٰ بروز بدھ بعد نماز عشاء جامعہ کی مسجد میں ایک جلسۂ عام میں آپ نے خطاب فرمایا۔ آپ کا وہ خطاب کیسٹ سے نقل کر کے نذرِ قارئین کیا جا رہا ہے ـــــــــ (ادارہ)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے حضورؐ سے پُوچھا حضورؐ قیامت کے ناموں میں یوم الحسرت بھی ہے حسرت کا دن جو لوگ گناہگار حرام کار بدکار ہوں گے، ان کو حسرت ہوگی۔ سمجھ میں آتا ہے لیکن کیا اچھا کرنے والوں کو بھی حسرت ہوگی، نیک عبادت گزار، اطاعت کرنے والے اُن کو بھی حسرت ہو گی؟ حضورؐ نے فرمایا بے شک، وہ ایسا دن ہوگا کہ ہر ایک کو حسرت ہوگی۔ بدکار اس لیے حسرت کریں گے کہ یہ حرام شراب، جُوا، زنا، بے پردگی، ٹیلی ویژن، ویڈیو نہ دیکھتے تو نہ یہ جہنّم میں بھگتنا پڑتا۔ حرام زندگی گزاری۔ گھنٹوں حرام کرتے رہے۔ دیکھنا، سُننا، کھانا، پینا وغیرہ جھُوٹ بولتے رہے۔ عیش کرتے رہے آج جہنّم میں برباد ہو گئے۔ بڑے بڑے اچھے اچھے لوگ گھروں میں حرام ٹیلی ویژن رکھ رکھا ہے روز جہنّم کماتے ہیں۔ ہر فرد کو گھر میں جہنّم دیتے ہیں۔ جوان جوان مسلمان عورتیں بے پردہ کافروں کی طرح پھرتی ہیں۔ قرآن کے حکم کے خلاف جہنّم کماتی ہیں تو کیسے بچ جائیں گی جہنّم سے؟ جب اللہ کی مخالفت کریں گی اور بے پردہ گھُومیں گی اور غیر محرم مردوں کے سامنے بے پردہ آئیں گی۔ مُنہ کھول کر تو ظاہر ہے کہ جہنّم میں جانا ہی پڑے گا، کیا اللہ جھُوٹا ہو جائے گا کیا اللہ کے رسول صلّی اللہ علیہ جھوٹے ہو جائیں گے اور یہ شیطان عورتیں جو ہیں یہ سچّی ہو جائیں گی۔ بے پردہ گھُومتی ہیں تو ہونا تو وہی ہے جو اللہ نے کہا ہے۔ اللہ کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کہا ہے تو جو بھی شریعت کے خلاف کام کرتا ہے۔ وہ جہنّم کو دعوت دیتا ہے اور اس کو بھگتنا پڑے گا تو اس لیے بھائی سوچنا سمجھنا اور ایمان لانا اور اللہ سے ڈرنا چاہیے اور خواہشات کے خلاف شریعت پر چلنا چاہیے تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کو قرآن میں جگہ جگہ حکم دے کر فرض کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بہت سی جگہوں میں ذکر کی تاکید فرمائی ہے ایک جگہ فرمایا ہے جو میں ابھی سُنا رہا تھا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ تم کو یہ چیزیں اللہ کے ذکر سے غفلت میں لاپروائی میں نہ مبتلا کر دیں۔ بے شک دُنیا کا حق ہے کماؤ کھاؤ حلال طریقے سے اور حرام سے بچو اور جس طرح دُنیا کے لیے وقت نکالتے ہو جس طرح اپنے نفس کے لیے حق نکالتے ہو۔ اسی طرح اس دُنیا میں آخرت کے لیے حق نکالو وقت نکالو اور ان کی پابندی کرو۔ شریعت کا راستہ اللہ نے بتایا ہے۔ نازل کیا ہے۔ اسی لیے تاکہ یہاں سے سرخرو اور کامیاب ہو۔

شریعت کے احکام کی پابندی کرو، اللہ کا ذکر کرو۔ یہ دِل بنے گا تو نماز نماز بنے گی روزہ روزہ بنے گا، زکوٰۃ زکوٰۃ بنے گی، حج حج بنے گا، اور ایک سے ہزاروں گنا اجر و ثواب زائد ملے گا، اور گناہوں کا احساس پیدا ہوگا۔ استغفار اور توبہ کی توفیق ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ کا خوف و خشیت پیدا ہوگی۔ اس لیے ذکر بُنیادی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا، اللہ کا ذکر سب سے بڑا، اعمال تو بہت ہیں اور شریعت میں اُن کا حکم دیا گیا ہے اور کرنا بھی چاہیے، لیکن ذکر اعمال کی بُنیاد ہے اور اس کو بناتا ہے اور اس کی توفیق عام کرتا ہے۔ خدا کے خوف و خشیت کو عام کرتا ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ذکر سے گناہوں کے پہاڑ کے پہاڑ اس طرح پگھل جاتے ہیں جیسے نمک کے پہاڑ سمندر میں ڈالنے سے پگھل جاتے ہیں اگر نمک کا پہاڑ ہو سمندر میں ڈال دو سب پگھل جائے گا۔ اسی طرح اگر گناہوں کے پہاڑ ہوں، پہاڑ برابر گناہ کر رکھے ہوں اور اللہ کے ذکر کے سمندر میں ڈال دو سب پگھل جائیں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَامِنْ شَيْءٍ اَنْجٰى مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (اوکما قال صلی اللہ علیہ وسلم) اس دُنیا میں کوئی چیز اللہ کے غضب سے عذاب سے اتنی بچانے والی نہیں جتنا اللہ کا ذکر بچانے والا ہے۔ اللہ کے غضب سے بچانے والی سب سے بڑی چیز اللہ کا ذکر ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا "اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ اَعْمَالِكُمْ حضور کے صحابہؓ جو عمل کرتے تھے اُن میں سب سے بہتر جو عمل ہے وہ تمہیں نہ بتاؤں؟ خیرِ اعمال سب سے بہتر

عمل وَ اَزْکٰھَا عِنْدَ مَلِیْکِکُمْ اللہ کے یہاں جو تمہارا عمل بہت پاک، صاف ہے وہ نہ بتاؤں ؟ وَاَرْفَعِھَا فِیْ دَرَجَاتِکُمْ جو عمل تمہارے درجوں کو اللہ کے یہاں بہت بڑھانے والا ہے وہ نہ تم کو بتاؤں ؟ وَخَیْرٌ لَّکُمْ مِنْ اِنْفَاقِ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ اللہ کے راستے میں سونا چاندی لٹانے سے بھی جو بہتر ہے وہ تم کو نہ بتاؤں ؟ وَخَیْرٌ لَّکُمْ مِنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّکُمْ فَتَقْتُلُوْا لَھُمْ وَ یَقْتُلُوْنَکُمْ اس سے بھی زیادہ بہتر ہے کہ تم اللہ کے دشمنوں کے آگے لائن باندھے کھڑے ہو۔ اپنے دشمنوں کے سامنے وہ تمہاری گردنیں کاٹتے ہوں تم اُن کی گردنیں کاٹتے ہو۔ اس سے بھی بہتر قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللہِ رصلی اللہ علیہ وسلم) صحابہ کرام نے عرض کیا، حضورؐ فرمائیے کیا ہے وہ ؟ آپ نے فرمایا "ذِکْرُ اللہِ" اللہ کا ذکر ان سب سے بہتر ہے۔

تو بھائیو! اللہ کے ذکر کو اختیار کرنا چاہیے اور اس سے وحشت نہیں کھانی چاہیے۔ اس زندگی کو کام میں لاؤ اور اس سے کما کر آخرت کی بھلائی کی کامیابیاں حاصل کرکے یہاں سے جاؤ،

ذکر کروگے کثرت سے کروگے۔ عادت ہو جائے گی تو انشاء اللہ یہ عادت موت کے وقت کام آئے گی اور ایمان پر اس دُنیا سے جاؤ گے اور گناہ جھڑیں گے اور اللہ کا تعلق پیدا ہو گا اور غیر سے آزادی ملے گی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ذکر نہ کرنے والوں کی بھی بُرائی کی ہے۔ اللہ نے کہا ہے "مَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَہٗ شَیْطٰنًا فَھُوَ لَہٗ قَرِیْنٌ" جو کوئی رحمٰن اللہ کے ذکر سے بچتے ہوئے زندگی گزارتا ہے بھئی یہ کام میں نہیں کرتا مجھ سے ذکر نہیں ہوتا یہ نہیں کروں گا۔ اس طرح زندگی گزارتا ہے، رحمٰن کا ذکر نہیں کرتا تیار نہیں ہوتا نُقَیِّضْ لَہٗ شَیْطٰنًا اللہ کہتا ہے ہم اس پر شیطان مسلّط کر دیتے ہیں۔ یہ سزا ملتی ہے کہ اللہ اس شخص پر شیطان مسلّط کر دیتا ہے اور جب اللہ شیطان مسلّط کرے پھر کون سی طاقت ہے جو اُسے چھڑا دے۔ فَھُوَ لَہٗ قَرِیْنٌ اور وہ شیطان چپکا ہی رہتا ہے۔

سچ بتاؤ خُدانخواستہ کوئی مُسلمان اِس بُرے حال میں مُبتلا ہو بتاؤ جب موت آئے گی تو کیا ہوگا؟ بولو بھائی! سوچو! اللہ نے شیطان مسلّط کر رکھا ہو جس پر وہ شیطان موت کے وقت اللہ کا نام لینے دے گا؟ بولو! اس لیے بھائی ڈرو اور فکر کرو، تیاری کرو۔ اسی طریقے سے اور بہت سی آیتیں ہیں۔ میرا اس وقت موضوع ذکر نہیں ہے، اس لیے میں نے تھوڑا سا عرض کر دیا اور چھوڑتا ہوں۔

ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ اللّٰہَ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ کَمَثَلِ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ" (او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم) اس شخص کی مثال جو اللہ کو یاد کرتا ہے ذکر کرتا ہے اور اس کی مثال جو ذکر نہیں کرتا حضور فرماتے ہیں زندہ اور مُردہ کی مثال ہے ذکر کرنے والا ذاکر زندہ ہے اللہ کے یہاں اس کا شمار زندوں میں ہے اور محروم ذکر نہیں کرتا حضورؐ فرماتے ہیں وہ چلتی پھرتی لاش ہے مُردہ ہے اللہ کے یہاں مُردوں میں لکھا ہوا ہے۔ اُس کو زندگی نصیب نہیں۔ بس دُنیا کی فکر میں برباد ہے۔

حضورؐ نے فرمایا لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یُقَالَ اللّٰہُ (او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم) حضورؐ فرماتے ہیں کہ قیامت نہیں آئے گی۔ دُنیا تباہ نہیں ہو گی جب تک اس عالم میں ایک بھی اللہ کہنے والا موجود ہے اس عالم کی زندگی اللہ کا ذکر ہے۔ انسان کی حقیقی زندگی اللہ کا ذکر ہے۔ جب تک ایک بھی اللہ کہنے والا رہے گا۔ قیامت نہیں آئے گی جس دن ایک بھی نہیں ہوگا۔ اس عالم کی زندگی ختم ہو جائے گی اور یہ عالم ٹکڑے ٹکڑے ہوگا سڑے گا گلے گا برباد ہو گا۔ قیامت آجائے گی۔ اس لیے اللہ کا ذکر بہت بڑی نعمت ہے، اس کی قدر کرو اور اپنا تعلق اللہ سے جوڑو، وہ جذبہ وہ شوق وہ مضبوطی تعلق کی پیدا ہو کہ ساری دُنیا اللہ کے خلاف ایک کام کروا نہ سکے اور اللہ کی مرضی پر انسان مستقل استقامت کے ساتھ چلنے والا بنے اور آخرت پر یقین پیدا ہو اور حضورؐ کی زندگی پر پُوری مضبوطی سے قائم ہوکر چلنے کی طاقت پیدا ہو۔

بھائیو! اللہ تعالیٰ نے وہ راستہ بنایا ہے جس کو شریعت کہتے ہیں اللہ نے قرآن میں کہا اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ وہ راستہ جو اللہ تعالیٰ کو قبول ہے۔ منظور ہے۔ کامیاب کرے گا بھلائی دے گا، وہ اسلام ہے۔ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ حضورؐ کا لایا ہوا طریقہ جو اللہ نے نازل کیا ہے یعنی اسلام اس کے علاوہ کوئی راستہ کوئی چلے ہرگز اللہ اس کو قبول نہیں کرے گا، اور ایسا آدمی گھاٹا ٹوٹا نقصان (اُٹھائے گا اور) برباد ہو گا۔ جہنّم سے بچے گا نہیں، اس لیے شریعت پر چلنا انتہائی ضروری ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "کَمَا تَحْیَوْنَ تَمُوْتُوْنَ وَکَمَا تَمُوْتُوْنَ تُبْعَثُوْنَ اَوْ تُحْشَرُوْنَ" (او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم) جیسی زندگی گزارو گے ویسی موت آئے گی اور جیسی موت آئے گی ویسا آخرت میں حشر ہوگا۔ اگر چاہتے ہو موت بھلی ہو۔

آخرت بھلی ہو، موت بھلی ہونی چاہیے، چاہتے ہو موت بھلی ہو۔ویسی بھلی زندگی گزارو، نماز، روزہ، زکوٰۃ حج اچھے کام کرو حرام سے بچو انشاء اللہ ضرور اللہ مدد کرے گا۔ موت اچھی آئے گی اور اگر چوری، ڈکیتی، قتل، بے ایمانی، رشوت، سود، لاٹری، جُوا، ٹیلی ویژن، سینما وغیرہ وغیرہ بے پردگی تمام حرام کام کرتے ہو، زنا کرتے ہو یہ کرتے ہو وہ کرتے ہو تو پھر جیسی زندگی گزار رہے ہو ویسی موت حرام آئے گی اور اگر موت حرام آئے گی تو جہنم کے علاوہ اور کہاں جاؤ گے؟ تو بھائی اس لیے آج اللہ پر ایمان لاؤ، حضورؐ پر ایمان لاؤ اور فکر کرو، تیاری کرو، ایسی زندگی گزارو جس سے موت اچھی ہو اور ایمان پر آئے اور ایمان پر موت آئی تو انشاء اللہ اچھی موت آئی۔ اور آخرت بھی بھلی ہوئی، آج تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اللہ نے تمہیں ساری توفیق دی۔ اگر اس کو اُلٹا کروگے الٹا ہو جائے گا سیدھے کروگے سیدھا پاؤ گے۔ آج اس کی فکر کرو۔

وہی راستہ جو اللہ نے نازل کیا ہے۔ حضورؐ نے دیا ہے۔ اسی کو شریعت کہتے ہیں اور اسی راستے کے علم کو لوگ حاصل کریں اس پر چلیں اس کے لیے مدرسے قائم کیے جاتے ہیں۔ اللہ نے حضورؐ کو اسی لیے یہی ڈیوٹی دے کر بھیجا کہ میرے بندوں کو اللہ کا راستہ بتاؤ، چل کر دکھاؤ، خود کر کے دکھاؤ اور چلاؤ تو حضورؐ نے وہ دین عطا فرمایا، قرآن عطا فرمایا اور لوگوں کو دین پر چلایا، وہی کام ان مدرسوں میں ہو رہا ہے جو اللہ نے دین نازل کیا وہی پڑھایا جا رہا ہے اُسی قرآن کی تعلیم دی جا رہی ہے اور حضورؐ نے جو دینی تعلیم دی مدرسہ قائم کیا "صُفّہ" جس کو کہتے ہیں۔ تھوڑے سے صحابہ کرام اس کے طالب علم تھے، اُسی کی نقل یہ مدرسہ ہیں حضورؐ کے اُس مدرسے کے، وہ تو کچا چبوترا تھا اس میں آج کل کے زمانے میں دیکھ لیجیے۔ کمرے بھی ہیں دروازے بھی ہیں فرش بھی ہیں۔ حضورؐ کے زمانے میں کہاں تھا۔ حضورؐ بھی فاقے جھیلتے تھے اور حضور کے مدرسے کے طلبہ بھی فاقے جھیلتے تھے۔ کئی کئی وقت کچھ کھانے کو نہیں ملتا تھا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ فاقے جھیلتے جھیلتے جھیلتے کئی کئی دن ہو جاتے اور میں بے ہوش ہو کر کے گر جاتا لوگ کہتے اس کو مرگی کا دورہ پڑ گیا، کوئی کہتا جن لپٹ گیا کوئی کچھ کہتا کوئی کچھ کہتا وَمَا هِيَ اِلَّا الْجُوْعُ کوئی چیز نہیں تھی سوائے بھوک کے، اتنے فاقے ہو گئے تھے کہ میں بے ہوش ہو کر گر جاتا لوگ یہ یہ کہا کرتے، لیکن کیونکہ سوال جائز نہیں اس لیے بھیک نہیں مانگ سکتا تھا، بے ہوش ہو کر گر جاتا، جب اللہ تعالیٰ حضورؐ کو کوئی چیز دیتا تو حضورؐ بلاتے آؤ، جو ہوتے اُن کو بلاتے اور اس میں شریک کرتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اسی حالت میں تھا کئی وقت گزر گئے تھے اور بھوک

سے بڑی بے تابی تھی کیا کروں کئی وقت گزر گئے۔ بہت ہی بھوک لگ رہی ہے دیکھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں سے جھپٹے چلے آرہے ہیں کھانے کا وقت تھا کیا کہیں ؟ سوال کر نہیں سکتے تھے تو یہ سوچا کہ کچھ ان سے مسئلہ پوچھوں بات شروع کروں بات کرتے کرتے جب یہ دروازے پر پہنچ جائیں گے۔ شاید مجھے بھی بلالیں اور ایک آدھ نوالہ مل جائے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی جھپٹے چلے گئے۔ جواب دیتے چلے گئے اور بات ختم ہوگئی۔ دروازے میں داخل ہوئے۔ دروازہ بند ہوگیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تو پھر ان سے بات شروع کی وہ بھی جواب دیتے دیتے دروازے پر پہنچ گئے بات ختم ہوگئی اندر چلے گئے دروازہ بند ہوگیا اب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ بالکل مایوس ہوگیا کہ اِس وقت بھی اللہ کو یہی منظور ہے کچھ نہیں ملے گا دیکھا جائے کب کیا ہوتا ہے، مایوس ہوکر کے بیٹھ گیا، تھوڑی دیر میں آقائے نامدار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجرۂ شریف کے دروازہ پر تشریف لائے اپنے حجرے سے نکلے اور دروازے پر کھڑے ہوئے کہتے ہیں کہ مَیں نے جب دیکھا کہ حضورؐ آرہے ہیں تو مَیں خوشی سے بے تاب ہوگیا کہ یقیناً اللہ نے میرا حال حضورؐ پر کھول دیا ہے اور اسی کے لیے حضورؐ آرہے ہیں۔ اَب مجھے ضرور کچھ ملے گا۔ حضورؐ تشریف لائے یہ تو بے تاب تھے ہی خوشی سے، حضورؐ نے فرمایا ابوہریرہؓ یہاں آؤ۔ وہ فوراً دوڑے، حضور لے گئے کہا بیٹھ جاؤ حجرے میں کہا بیٹھ جاؤ، بیٹھ گیا اب اس انتظار میں کہ اللہ کیا ہوگا ! کب ملے گا، کیا ملے گا۔ بھوکے تو تھے ہی تھوڑی دیر میں کہتے ہیں کہ ایک صاحب لکڑی کے پیالے میں دُودھ لے کر آئے، صحابہ کرام کی عادت تھی کہ جب کسی کے یہاں اللہ تعالیٰ کوئی نعمت دیتا تو حضور کے لیے ضرور کچھ نہ کچھ لے کر آتے، کھجور ہو، دُودھ ہو، کوئی غلّہ ہو، کوئی اور چیز ہو تو کچھ نہ کچھ حضور کی خدمت میں پیش کیا کرتے چنانچہ وہ دُودھ لے کر آئے، حضور ! میرے جانور نے بچّہ دیا ہے یہ دُودھ ہے آپ کے لیے لے کر حاضر ہُوا ہوں حضور نے قبول کیا دُعائیں دیں اللہ تمہارے جانور میں برکت دے نعمتیں دے وغیرہ، وہ دے کر چلے گئے۔ حضور نے فرمایا ابوہُریرہ تو یہ تو اس انتظار میں تھے ہی کہ بس اب میرے ہی لیے یہ سب ہو رہا ہے فوراً کھڑے ہوگئے۔ جی حضور فرمائیے ارشاد : یہ پیالہ لو، بڑھے، سب کو پلاؤ اَب تو اوس پڑگئی ایک پیالہ دُودھ کئی آدمی بیٹھے ہیں یہ تو ایک ہی نمٹا جائے گا۔ مجھے تو اب کچھ ملے گا ہی نہیں اوس پڑگئی بیچاروں پر مگر حضور کا ارشاد تھا کچھ نہیں کہہ سکتے تھے اور کچھ نہیں کر سکتے تھے کھڑے ہوئے اور پلانا شروع کیا وہ پی رہے ہیں اور حضرت ابوہُریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھ رہے ہیں کہ ہر شخص کو حضور

کی طرف سے دُودھ مل رہا ہے۔ پیٹ بھر کر پی رہا ہے اور اس دُودھ میں ایک رَتّی کمی نہیں ہوتی یہ تو ڈر رہے تھے کہ ایک ہی سمیٹ جائے گا، بالکل نہیں اسی طرح پیالہ بھرا ہُوا سب جب پی چُکے تو حضور نے فرمایا ابوہُریرہ اَب تم پیو۔ ان بےچاروں کو تو انتظار کی گھڑیاں گنتے گنتے گنتے وہ منٹ مہینوں جیسے ہوگئے تھے۔ بہرحال اُنھوں نے خوب پیا کئی وقت کے بھوکے تھے۔ اَب اُنھوں نے بس کیا حضور بس، کہ نہیں نہیں اور پیئو جتنا اور پی سکتے تھے اور پیا، کہا حضور اب اور نہیں پی سکتا اور پیالہ بالکل بھرا ہُوا۔ اس ایک پیالہ کو جتنے صحابہ کرام موجود تھے حجرے میں سب کو پلوا کر حضرت ابوہُریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پلوا کر وہ سب کا پیا ہُوا پیالہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے لیا۔

آپ لوگ جوٹھا کہتے ہیں۔ حضور نے اسی برتن میں وہی سب کا پیا ہُوا دُودھ لے کر خود نوش فرمایا اور پیا اور ذرا اُس میں کمی نہیں تو اس طرح سے نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم اصحاب صُفہ اپنے طالب علموں کی فکر خاطر مدارات جب جو ہو جائے مل جائے، اللہ دے دے سب کو شریک کیا کرتے تھے۔ کھجوریں آجائیں، کوئی باغ والا، فصل ہُوئی تیار تو کھجوریں لے کر آجائے، حضور میرے باغ میں کھجوریں پکی ہیں یہ آپ کی خدمت میں ہیں قبول فرمالیں، آؤ بھئی آجاؤ بلالیں اور سب کو اس خوشہ میں شریک کرلیں، کھجوریں دیں تو اس طرح حضور اصحابِ صُفّہ کا خیال خاطر مدارات کیا کرتے تھے آج کل تو مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ کوئی دو مُسلمان ایک پلیٹ میں کھا نہیں سکتے تھے باپ ہو، بیٹا ہو، بھائی ہو، ماں ہو بیوی ہو، شوہر ہو، سب کافروں کی طرح الگ الگ پلیٹ میں کھائیں گے، اور نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی عادتِ شریفہ کہ سب کو کھلا کر اور اُن کا پیا کھایا حضور نوش فرمایا کرتے تھے اور ایک برتن میں شریک کیا کرتے تھے۔

حضور جوانی میں سفر میں گئے تھے اور ایک کافر غلام میسرہ آپ کی خدمت کے لیے ساتھ تھا تو حضور جو خود کھاتے تھے وہ اس غلام کو کھلاتے تھے اور ایک برتن میں بیٹھ کر ساتھ اس کافر غلام کو کھلایا کرتے تھے۔ ہر وقت الگ نہیں کھلاتے تھے اور ہم لوگ تو مسلمان کو بیٹے کو، بھائی کو، باپ کو اس کو ممکن نہیں کہ اپنی پلیٹ میں شریک کرلیں۔ الگ کھاؤ۔ سات بیٹھیں گے تو سات پلیٹیں آئیں گی۔ دس بیٹھیں گے تین بیٹھیں گے دو بیٹھیں گے۔ اتنی ہی پلیٹیں آئیں گی اور الگ الگ کھائیں گے۔

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم جمعہ کو خطبہ دے رہے تھے۔ ایک صحابی کھڑے ہُوئے حضور ہم دو بھائی ہیں کماتے

ہیں اور خوب آمدنی ہوتی ہے لیکن برکت نہیں ہوتی سب ختم ہو جاتا ہے حضور نے فرمایا لَعَلَّکُمْ تَأْكُلُوْنَ فُرَادٰی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگ سب کے سب الگ الگ برتنوں میں کھاتے ہو اس لیے برکت نہیں ہوتی۔ اُنھوں نے کہا حضور یہ بات ٹھیک ہے ہم الگ الگ کھاتے ہیں۔ اب چھوڑ دیں گے۔ ایک برتن میں کھائیں گے اگلے جمعہ کو آئے اور کہنے لگے۔ حضور بے حد برکت ہے بہت برکت ہونے لگی۔ ہم نے ایک برتن میں کھانا شروع کر دیا، تو بھائی آج بھی لوگ برکت کی شکایت کرتے ہیں۔ برکت نہیں ہوتی، لیکن برکت کا جو نسخہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے وہ اس لیے کہ عیسائی اس پر راضی نہیں اور ہندو اس کو پسند نہیں کرتے اس لیے مسلمان نہیں کرتا وہ برکت کا علاج، الگ الگ کھاتے ہیں۔

تو بھائیو! اسلام کو اختیار کرو، زندگی بناؤ شریعت کے مطابق چلو اور اِن مرکزوں کو آباد کرو، اگر تم اپنی اولادوں کو دین سکھانا چاہتے ہو کوئی منع نہیں کرتا، لیکن اپنی اولاد کو دین ایمان تو سکھاؤ، دین کا علم تو دو ان کو مُسلمان تو پہلے بناؤ۔ اس کے بعد جو چاہیں بنیں، لیکن اگر وہ دین سے محروم رہے صرف دنیا ہی دُنیا رہی پھر کیسے آخرت میں کامیابی ہوگی۔ بڑے طوطے پڑھیں گے اور اگر دین نہیں پڑھیں گے تو حرام سے کیسے بچیں گے؟ اور حرام سے نہیں بچیں گے تو آخرت میں حشر کیا ہوگا؟ اس لیے یہ سب سے بڑی ضرورت ہے اسی زندگی کے لیے اللہ نے دُنیا پیدا کی تاکہ آخرت سنورے۔ نجات ملے کامیابی ملے، اس لیے دین کا علم نہایت ضروری ہے۔ دُنیا تم کو حاصل کرنا چاہتے ہو، کوئی حرج نہیں، کوئی منع نہیں۔ بشرطیکہ حرام زندگی نہ ہو مُسلمان بن کر پڑھو اسلام کے مطابق زندگی گزارو، پڑھنے میں بھی تاکہ پڑھنے کے بعد بھی رہے اور اس کے لیے علم ضروری ہے۔ اسی لیے اللہ نے اس کو علم نازل کیا اور ضروری قرار دیا، اور حضور نے اس کی اہمیت بتائی اور تمام زندگی سکھایا اور بتایا اور اپنا مدرسہ قائم کیا، اس کو آباد کرو، اللہ کے دین کے علم کو حاصل کرو، اور اس پر زندگی گزارو، اور اپنی آخرت کی فکر کرو، تاکہ آخرت بنے اور وہاں کی بربادی سے بچیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے، اور نفس و شیطان کے قید و مکر سے بچائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

محترم سیّد امین گیلانی

شیطاں کی طرح کھول دیئیے بابِ فِتَن کیُوں ؟

کوئی بھی سمجھتا ہی نہیں میرا سخن کیوں
پردیس سا لگتا ہے مجھے اپنا وطن کیوں

کیوں چاند سے چہروں پہ ہے چھائی ہُوئی زردی
پامال یہاں ہوتے ہیں چاندی سے بدن کیوں

آواز اُٹھاؤں جو غریبوں کے لیے میں
اُٹھتی ہے امیروں کے کلیجے میں چُبھن کیوں

مَیں اہلِ زمانہ سے نہ بگڑوں تو کروں کیا
ہے بگڑا ہُوا اہلِ زمانہ کا چلن کیوں

اے دوست بُروں کو جو مَیں اچھا نہیں کہتا
اچھا لگے اُن کو مِرا اندازِ سخن کیوں

مَیں نے جنھیں آسائشِ دُنیا سے نوازا
بخشے ہیں اُنھوں نے یہ مجھے رنج وَمحَن کیوں

مَیں نے تو اُنھیں سیج پہ پھُولوں کی بٹھایا
ہیں میرے لیے شعلہ فشاں اُن کے دہن کیوں

مَیں نے تو چمن کی اِنھیں سونپی تھی حفاظت
اَب اِن ہی کے ہاتھوں سے ہے برباد چمن کیوں

مَیں نے تو اِنھیں امن کا سمجھا تھا فرشتہ
شیطاں کی طرح کھول دیئیے بابِ فتن کیوں

مَیں نے تو اِنھیں سونپی تھی افلاک کی رفعت
آ پہنچے سرِ خاک پہ یک چشمِ زدن کیوں

مَیں نے تو تھا پہنایا اِنھیں تاجِ حکومت
تجویز کیے میرے لیے دار و رسن کیوں

کس جرم میں مارے گئے کوئی تو بتائے
"لاشے" ہیں پڑے راہ میں بےگور و کفن کیوں

پتّھر کی کوئی سِل تو نہیں ہے مِرا سینہ
ہر روز نیا زخم ہے اے چرخِ کُہن کیوں

وعدے وہ وفا کے اِنھیں سب بھُول گئے ہیں
ہر بات پہ اَب اِن کے ہے ماتھوں پہ شکن کیوں

سرمایہ پرستوں سے ابھی کیوں نہ لڑوں میں
محنت پہ مِری یہ ہیں تعیّش میں مگن کیوں

بنتِ حامد بن محمدؒ (قسط : ۲)

حجاب

ازواجِ مطہرات کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ازواجِ مطہرات کس طرح آیاتِ کریمہ کی عملی تفسیر بن کر رہیں۔ ہم اُن سے زیادہ پاکباز، حیادار اور حجاب والیاں نہیں ہیں تو گھر سے باہر نکلنے، پارکوں میں آنے جانے، بازاروں میں گھومنے پھرنے کا نماز اور روزے سے زیادہ شوق ہے۔ ذرا کسی نے دعوت دی، جھٹ پٹ تیار ہوئیں اور دعوت دینے والے سے بھی آگے آگے چل دیں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ دینِ اسلام سے دُوری اور اسلاف کے طرز سے بیزاری ہے ہمیں سب کچھ اچھا لگتا ہے مگر برقع نہیں اوڑھ سکتے، پردہ نہیں کر سکتے؟ کیوں اس لیے کہ ہم نے اپنے نفس پر اُن نگاہوں کو حلال گردانا۔ جنھیں اسلام شیطان کی نگاہ سے مُعَنْوَن کرتا ہے۔ بے خوف وخطر گلے میں دوپٹہ ڈالے یا اس سے بھی بے نیاز ہو کر گھر سے باہر نکلنا اس بات کی پروا نہ کرنا کہ اب شیطان ہمارے ساتھ ساتھ ہے۔ رحمت کے فرشتے کہیں دُور شاید گھر ہی میں رہ گئے ہیں اور رحمٰن کی ناراضگی مول لی ہے۔ کوئی بات ہی نہیں، کوئی گناہ ہی نہیں، کوئی نقصان ہی نہیں وائے بدبختی۔

کتنے ناداں ہیں تجھے بھولنے والے کہ تجھے
یاد کرنے کے لیے عمر پڑی ہو جیسے

اس میں کوئی شک نہیں اور ہر لڑکی اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہے کہ جب وہ بے پردہ ہو کر گھر سے نکلتی ہے تو لوگ اُسے ایسی نگاہوں سے دیکھتے ہیں کہ مشاہدہ کرنے والوں کو شرم محسوس ہوتی۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے شیطان کی نظریں ہیں جنھوں نے تاک لیا ہے۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا ارشادِ گرامی ہے۔

"اِذَا خَرَجَتِ الْمَرْأَۃُ اِسْتَشْرَفَهَا الشَّیْطٰنُ" عورت جب گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاک لیتا ہے۔ یعنی اس کو مسلمانوں میں بُرائی پھیلانے کا ذریعہ بناتا ہے۔ گویا ایسی حالت میں عورت شیطان کے قریب ہوتی جاتی ہے اور رحمٰن سے دُور ہوتی چلی جاتی ہے۔

عورت کب رحمٰن کے قریب اور شیطان سے دُور ہوتی ہے؟ اس کے بارے میں ارشاد نبویؐ ہے۔

"اَقْرَبَ مَا تَكُوْنُ مِنْ وَّجْهِ رَبِّهَا وَهِيَ فِيْ قَعْرِ بَيْتِهَا"

"عورت اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کے بیچ میں مستور ہو"

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی خدمت میں تھا۔ آپؐ نے صحابہ کرام سے سوال کیا۔

"اَيُّ شَيْءٍ خَيْرٌ لِلنِّسَآءِ" عورت کے لیے کیا چیز بہتر ہے؟

صحابۂ کرام خاموش رہے کوئی جواب نہیں دیا پھر جب میں گھر گیا اور فاطمہؓ سے میں نے یہی سوال کیا تو اُنھوں نے فرمایا

"لَا يَرَيْنَ الرِّجَالَ وَلَا يَرَيْنَهُنَّ عورتوں کے لیے یہ بہتر ہے کہ نہ وہ مردوں کو دیکھیں اور نہ مرد اُن کو دیکھیں۔ حضرت علیؓ نے ان کا یہ جواب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سامنے نقل فرمایا تو ارشاد ہوا۔

صَدَقَتْ اِنَّهَا بِضْعَةٌ مِّنِّيْ اُنھوں نے دُرست کہا بے شک وہ میرا ایک جز ہیں۔

مذکورہ بالا احادیثِ مُبارکہ اور واقعات کی روشنی میں حجاب بالبیوت کی حقیقت، اہمیّت اور افادیّت ہر شخص پر واضح ہو جاتی ہے، لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا کسی ناگہانی آفت کی صُورت میں یا کسی انتہائی بیماری کے سبب یا کسی ایسی ضرورت کے تحت جس میں عورت کا گھر سے باہر نکلنا ناگزیر ہو اور نہ نکلنے کی صورت میں جانی اور مالی نقصان کا خدشہ ہو تو اس صُورت میں عورت کے لیے کیا حکم ہے؟ تو دیدہ ور دیکھتے ہیں کہ دینِ اسلام ہمیں یہاں بھی تشنہ نہیں چھوڑتا۔ ارشادِ رسولؐ ہے صلّی اللہ علیہ وسلّم "لَيْسَ لِلنِّسَاءِ نَصِيْبٌ فِي الْخُرُوْجِ اِلَّا مُضْطَرَّةً" عورتوں کا باہر نکلنے کے لیے کوئی حصّہ نہیں۔ بجز اس کے کہ باہر نکلنے کی کوئی اضطراری صُورت پیش آجائے۔

اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت شعیب علیہ السّلام کی بیٹیاں باپ کی بیماری کے سبب گھر سے بکریوں کو پانی پلانے نہ نکل سکتیں۔

گویا عورت مجوزہ طور پر گھر سے نکل سکتی ہے اور وہ جواز اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ واقعی کوئی حاجت درپیش ہو۔ یہ نہیں کہ فلاں گھر میں نئی بہو آئی ہے ذرا دیکھیں تو کیسی ہے: بہت عرصہ ہُوا کوئی تفریح نہیں

کی چلو ذرا سینما گھر تک ہو آئیں، چلو بازار چلیں، کوئی نیا کپڑا، نئی جیولری یا نئی کاسمیٹکس ہی دیکھ آئیں وغیرہ وغیرہ۔ نہیں ہرگز نہیں اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا اور اگر اجازت دیتا بھی ہے تو چند شرائط کے ساتھ الغرض عورت پر اشد ضرورت کے تحت گھر سے نکلنے پر پابندی نہیں، لیکن یہاں بھی ایک سوال ہمارے ذہن میں پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ کیا یونہی بھیڑ بکریوں کی طرح گھر سے باہر نکل آیا جائے۔ اِدھر اُدھر دیکھتے، مُنہ چلاتے ہنستے ہنساتے ایک دوسرے میں گھستے گھسلتے جایا جائے یا اس آمد و رفت کا بھی کوئی اُصول و قاعدہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دین پر قائم رہنے والوں کے لیے وضع فرمایا ہے؟ قرآن کریم اس سلسلہ میں ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ ارشاد ہے

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَ بَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ اے نبی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) آپ اپنی ازواجِ مطہرات اور بناتِ طاہرات اور عام مُسلمانوں کی عورتوں کو حکم دیں کہ اپنی جلباب استعمال کریں"۔

"یہ جلباب کیا ہوتا ہے اور اسے کس طرح استعمال کرتے ہیں تو اسے بھی سمجھتے چلیں۔ جلباب اس لمبی چادر کو کہتے ہیں جس میں عورت سر سے پیر تک مستور ہو جائے"۔ (روایت ابن عبّاسؓ)۔

اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ضرورت کے مواقع میں جب عورت کو گھر سے باہر جانا پڑے تو اس وقت کسی برقع یا لمبی چادر کو سر سے پیر تک (ارشادِ خداوندی اور حکمِ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مطابق) اوڑھ کر گھر سے نکلے جس میں بدن کا کوئی حصّہ ظاہر نہ ہو۔ یہ حجاب کا دوسرا درجہ ہے جسے حجاب بالبرقع کہتے ہیں۔

اب بہت سی عورتیں اس مسئلے کو اس طرح لیتی ہیں کہ سر پر چادر ہے اور ٹانگوں تک آتی ہے یا پیٹ سے ذرا نیچے۔ یا پھر برقع کو اس طرح سلواتی ہیں کہ دیکھنے والوں کو محسوس ہو کہ کپڑا جسم پر چڑھا کر سیا گیا ہے سی کر نہیں چڑھایا گیا اور مُنہ ڈھکنے سے گریز کرتی ہیں اور اگر ڈھکتی بھی ہیں تو کپڑا اتنا باریک ہوتا ہے کہ چہرہ صاف چمکتا نظر آتا ہے اور دیکھنے والے بے اختیار کہہ اُٹھتے ہیں۔

خُوب پردہ ہے صاحب سے لگے بیٹھے ہیں
صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

گویا اپنے ہاتھوں خود اپنی ہنسی اُڑواتی ہیں۔ اکثر عورتیں اس زحمت سے بھی بچ جاتی ہیں اور چہرہ کُھلا چھوڑ دیتی ہیں اور توضیح یہ پیش کرتی ہیں کہ اسلام میں مُنہ پر کپڑا ڈالنے کا حکم نہیں ایسی خواتین کو جان لینا

(بقیہ بر ص۵۶)

بنت حامد بن محمدؒ

رمضان المبارک

لو آیا رمضان کا مُبارک حسیں مہینہ
الٰہی کھُل جائے میرا سینہ
مری زباں کی گرہ بھی مَولا !
کہ حق ادا کر سکوں میں اس کا،
گناہگاری مری مُسلّم
مگر تری رحمتوں کے
دریائے بیکراں سے
یہ پہلا عشرہ مجھے مِلا ہے
یہ تیری رحمت ہے، اور کیا ہے
یہ دُوجا عشرہ ہے برکتوں کا
نصیب اگر ہوگیا مجھے تو
میں عاصی صدبار شُکر تیرا
کروں گی ہردم کہ زندگی میں
یہ تیری برکت ہے اور کیا ہے
جو دُوجا عشرہ گزر گیا تو
میں زندگانی کی برکتوں سے
تمام تر تیری رحمتوں کے
سہارے لے کر
جو سرنگوں، سر بسجدہ ہُوں گی
کہ بخش دے میری سب خطائیں
جو مجھ سے سرزد ہُوئی ہیں قصدًا
الٰہی سہوًا ہُوئیں کہ جہرًا
مجھے یقین ہے کہ تیری رحمت کی موج
مارے گی جوش
اور مجھ کو بحر میں اپنے کھینچ لے گی
کوئی کنارہ نہیں ہے جس کا
یہ تیری رحمت ہے اور کیا ہے
کہ تیری بخشش جو ہوگئی تو
یہی مرے دل کی عید ہوگی
مجھے بھلا اور چاہیے کیا؟
مہِ مُبارک کی ساعتوں میں
بچھاؤ پھیلاؤ جھولیوں کو
کریم کا دَر کھُلا ہُوا ہے
نیاز خلقت میں بٹ رہی ہے۔

جناب ڈاکٹر محمود الحسن عارف (قسط : ۳)

تا بفلکِ خنجراب

○

شمالی علاقوں کا سفرنامہ

○

ہمارے میزبان

آگے بڑھنے سے قبل اپنے میزبانوں کا تعارف کرانا مناسب ہوگا۔ قیامِ پاکستان کے اگلے سال ۱۹۴۸ء میں جب یہ علاقہ حکومتِ پاکستان کو بلا کسی محنت اور تگ و دو کے پکے ہوئے پھل کی طرح مل گیا تو حکومت کے پالیسی سازوں نے اس علاقے کے متعلق عجیب وغریب پالیسی اپنائی۔ پالیسی سازوں نے اس علاقے کو "جہاں ہے جیسے ہے" کی بنیاد پر رکھنے کا فیصلہ کیا اور قیامِ پاکستان کو نصف صدی گزر جانے کے باوجود یہ پالیسی جوں کی توں سلامت ہے۔ اس علاقے کو حکومتِ پاکستان نے شمالی علاقہ جات کے نام سے ایک الگ زمرے میں رکھا ہوا ہے۔ یہ علاقہ جات نہ تو مکمل طور پر پاکستان میں شامل ہیں کہ اس علاقے کے لوگوں کو دستوری، سیاسی اور آئینی حقوق حاصل ہوں اور نہ ہی حکومت آزاد کشمیر کی طرح اس علاقے کو الگ آئینی اور سیاسی حقوق دیئے گئے ہیں۔ حکومت پاکستان کی گومگو کی اس کیفیت نے اس علاقے کو بعض طالع آزما اقوام کے لیے توجہ اور دلچسپی کا مرکز بنا دیا ہے اور اس وقت بھی اس علاقے میں کئی عالمی تنظیمیں مختلف ناموں اور مختلف دعووں کے ساتھ کام کر رہی ہیں۔

اس ہجوم عاشقاں میں کچھ جماعتیں ایسی بھی ہیں جو مذہبی بنیادوں پر اس منصوبے کے تحت کام کر رہی ہیں کہ اس علاقے پر ایک آزاد اور خود مختار حکومت قائم کر لی جائے۔

تاہم بحمداللہ اس علاقے میں ابھی تک ایسے لوگوں کی ایک فعال جماعت موجود ہے جن کے متعلق علامہ اقبال نے کہا ہے:

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سُرمہ ہے میری خاک کا خاکِ مدینہ ونجف

ان لوگوں میں سرِفہرست انجمن اہلِ سُنّت والجماعت (رجسٹرڈ) کے نام سے ایک رجسٹرڈ ادارے کے عہدیداران و ممبران ہیں، جن کے ماتحت اس وقت سولہ سے زیادہ تعلیمی مدارس اور ۲۰ سے زیادہ مساجد مصروف عمل ہیں۔ ان تمام مساجد میں پانچ وقت کی اذان نماز باجماعت اور گیارہ مساجد میں جمعہ کی نماز ہوتی ہے۔ افواجِ پاکستان کی مساجد الگ ہیں

اس انجمن کے جنرل سیکرٹری مولانا حق نواز، ناظم تعلیمات مولانا عبدالرحمان نائب صدر اوّل مولانا ابراہیم خلیل (خطیب جامع مسجد الھدیٰ) نائب صدر دوم حافظ محمّد بلال ماشاءاللہ نوجوان ہیں۔ علماء اور دیگر تعلیم یافتہ لوگوں کے جذبوں، ولولوں سے سرشار یہ پوری ٹیم جس لگن، محنت اور ذوق و شوق سے اس تعلیمی جہاد اور فکری جدّوجہد میں مصروف ہے اس پر رشک آتا ہے۔ فکر و دانش کی یہ تنظیم ازاوّل تاآخر وطنی، ملی اور قومی جذبوں سے سرشار ہے۔ ان کا جینا اور مرنا پاکستان کے ساتھ ہے اور پاکستان کے لیے یہ لوگ اس راز پر بخوبی آگاہ ہیں۔

تیری زندگی اس سے تیری آبرو اسی سے
جو رہی خودی تو شاہی جو نہ رہی تو روسیاہی

اس لیے اس علاقے میں اس تنظیم کی سرپرستی اور اس کی حوصلہ افزائی کی اشد ضرورت ہے کیونکہ یہ تنظیم شبِ دیجور میں روشنی کی ایک کرن ہے۔

شہر سکردو میں داخلہ

جیسا کہ اوپر اشارۃً ذکر ہُوا سکردو شہر ائیر پورٹ سے تقریباً ۹ کیلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ ائیر پورٹ سے متصل آباد علاقہ سکردو سکردو زیریں کہلاتا ہے۔ اس طرح ہمیں ائیر پورٹ سے شہر تک پہنچنے میں نصف گھنٹہ لگا اور تقریباً نو بجے ہم بخیر و عافیت جامعہ اسلامیہ سیٹلائٹ ٹاؤن سکردو کے مہمان خانے میں بیٹھے ہُوئے ناشتہ سے لُطف اندوز ہو رہے تھے۔

جامعہ اسلامیہ سیٹلائٹ ٹاؤن اس علاقے میں ایک ممتاز دینی اور علمی ادارہ ہے۔ اس کی بُنیاد ۱۹۸۱ئ میں رکھی گئی ________ بعد میں صدّیقی ٹرسٹ کے بانی محترم منصور الزمان صدیقی نے جامعہ کی متعدّد عمارات بنوائیں۔ یہ مدرسہ دو منزلہ ہے جس میں سکردو اور پُورے بلتستان کے

طالب علم دینی اور جدید تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ جامعہ اسلامیہ اپنے نصاب میں وفاق المدارس کے ساتھ ملحق ہے۔ تاہم ابھی اس میں دورۂ حدیث شریف کا سلسلہ شروع نہیں ہوا۔

شروع شروع میں ہر ایک شے اجنبی سی لگتی ہے اور پورا ماحول پُراسرار سا نظر آتا ہے۔ اس لیے غالب کو کہنا پڑا تھا۔ ع کھل جائیں گے دو چار ملاقاتوں میں۔

سکردو کے چاروں طرف اُونچے اُونچے پہاڑ ہیں جن کی چوٹیاں برف سے ڈھکی ہوئی ہیں اور اس کی گلیوں اور بازاروں میں چشموں کا پانی اُبلتا، شور مچاتا اور محبت کے گیت گاتا رواں دواں نظر آتا ہے۔ ہمارا جہاں قیام تھا۔ اس عمارت کے ساتھ سے ایک چشمہ گزرتا تھا۔ جس کی ہلکے ہلکے شور کی آواز بہت بھلی معلوم ہوتی تھی۔ شہر قدیم و جدید کا خوب صورت امتزاج ہے یہاں پُرانی عمارتوں کے ساتھ ساتھ ہر سمت نئی عمارتیں اور بلڈنگز نظر آتی ہیں، البتہ رہن سہن کے اعتبار سے لوگوں میں قدامت کا رنگ جھلکتا ہے۔

سکردو سائنس کالج میں مسجد کا سنگِ بنیاد رکھنے کی تقریب

اسی روز ہم نے ظہر تک خوب آرام کیا حالانکہ ہمیں سرے سے تھکاوٹ ہی نہیں ہوئی تھی اور ہم جانتے تھے کہ موج کی حیات عدم آسودگی میں ہے، بقول شاعر:

موجیم کہ آسودگیِ ما عدمِ ما است

(ہم ایسی موج ہیں کہ ہماری آسودگی ہماری موت ہے ہم اس لیے زندہ ہیں کہ ہم آرام نہیں کرتے) مگر ہمارے میزبانوں کا اصرار تھا کہ نہیں آپ لوگ تھکے ہوئے ہیں، للٰہذا شام تک آرام کریں شام کو دو ادارے آپ کو دکھائیں گے۔ نماز ظہر کے بعد اچانک موسم کے تیور بدلے اور خوفناک آندھی کے ساتھ طوفانی بارش شروع ہوگئی۔ سکردو شہر سے باہر انجمن اہلِ سنّت کے نائب صدر حافظ بلال کی کوشش سے داؤد ہرکولیس انڈسٹریز پاکستان کی مالی امداد سے یہاں ایک ادارہ بن رہا ہے۔ جو شہر سے باہر کھلی فضا میں واقع ہے اس ادارے کی عمارت مکمل ہو چکی ہے، البتہ اس کی آرائش کا کام ہو رہا ہے۔ مکمل ہونے کے بعد اس ادارے کا نام SKARDU HUMANITEES COLLEGE (مختصراً اسلامی اکیڈمی) ہوگا۔

یہ علمی ادارہ محمد انور سول انجینیر کی نگرانی میں تکمیل کے مراحل طے کر رہا ہے۔

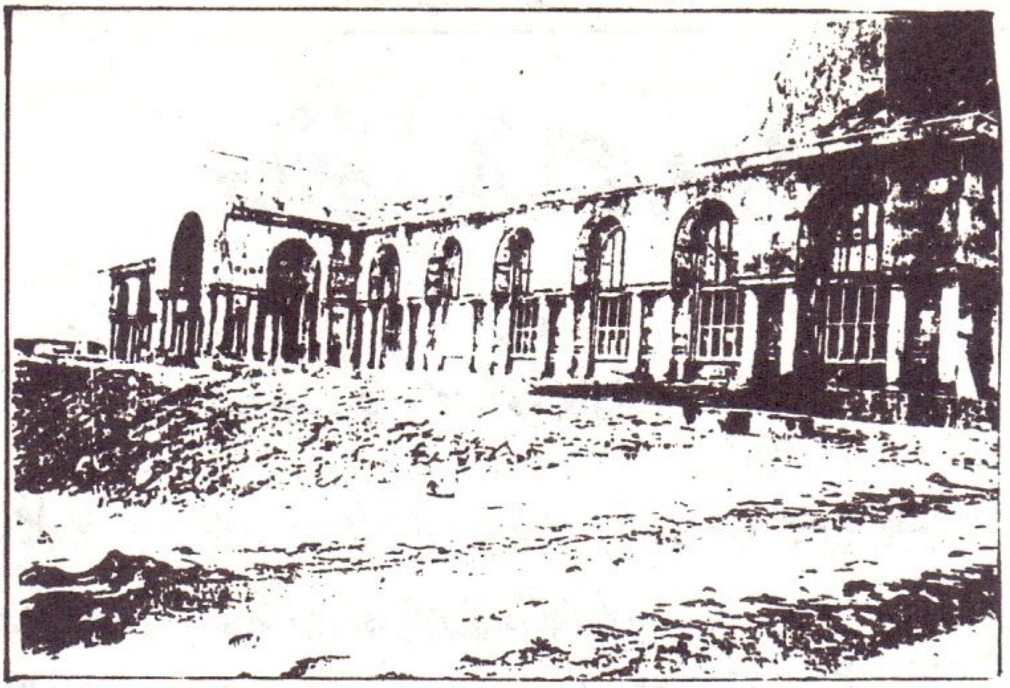

(سکردو اسلامی اکیڈمی)

محمد انور صاحب نے ایک سوال کے جواب میں بتایا کہ اس ادارے میں دو سو اقامتی بچوں کی گنجائش ہو گی اور اس کے علاوہ مقامی طلباء (DAY SCHOLAR) بھی ہوں گے۔ اس کالج میں انٹرمیڈیٹ تک کی جدید تعلیم کا بندوبست ہوگا، اور یہاں بلتستان کے علاوہ وسط ایشیائی ممالک (ازبکستان، تاجکستان، کرغیزستان کے علاوہ چین) کے طالب علم بھی استفادہ کریں گے۔ اس عمارت میں خوب صورت لائبریری اور دیگر ضروریات کا بہت عمدگی کے ساتھ خیال رکھا گیا ہے۔ یہاں جدید سائنسی علوم کے ساتھ ساتھ دینی عقائد کی تعلیم بھی دی جائے گی۔ اندازہ ہے کہ یہ ادارہ ۱۹۹۷ء سے کام شروع کر دے گا۔

کالج کی مسجد زیرِ تعمیر ہے۔ ہم لوگ ساڑھے تین بجے سہ پہر وہاں پہنچے۔ رئیس کارواں سید انور حسین صاحب مدظلہ اور مولانا طیب ہمدانی صاحب نے مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا، بعد میں دیگر رفقا نے بھی اپنے اپنے پتھر رکھے اور گھوم پھر کر ادارے کی خوب صورت اور پرشکوہ عمارت دیکھی۔

اس بابرکت تقریب کا خاتمہ روایتی مہمان نوازی، یعنی چائے، بسکٹ اور مرغ مسلّم پر ہوا۔ میزبان نے مہمانوں کے ذوق کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے پکوڑوں کا بھی اہتمام کر رکھا تھا۔

(یادِ رفتگاں)　　**درویش صفت شخصیت**　　مولانا نعیم الدین صاحب

حافظ نیاز احمد مرحوم

امام وخطیب جامع مسجد کنویں والی اُردو بازار لاہور

دُنیا چل چلاؤ کا گھر ہے، یہاں روز کوئی آرہا ہے اور کوئی جارہا ہے، البتہ کچھ جانے والے ایسے ہوتے ہیں جو بہت سی خصوصیات کی بناء پر اپنی یادیں چھوڑ جاتے ہیں۔

حافظ نیاز احمد مرحوم بھی اُن لوگوں میں سے ہیں جن کی یاد مدّتوں آتی رہے گی۔ پنجلاسہ ضلع انبالہ میں ۱۹۱۶ء میں آپ کی ولادت ہوئی۔ علاقہ کے ایک میاں جی سے قرآن پاک حفظ کیا، اس کے بعد چچا اپنے ساتھ دہرہ دون لے گئے۔ یہاں آپ نے ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ کچھ عرصہ یہاں رہ کر آپ واپس پنجلاسہ آگئے، ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے پاکستان چلے آئے۔ مستقل سکونت لاہور میں اختیار کی اور تقریباً ۱۹۵۵ء سے آپ کبیر اسٹریٹ اُردو بازار کی کنویں والی مسجد میں امام مقرر ہوئے اور اکتالیس بیالیس برس تک بغیر کسی تعطل کے امامت کرواتے رہے۔ خودداری طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اس لیے جو مل جاتا تھا اسی پر قناعت کرتے تھے۔ کبھی تنخواہ کا مطالبہ نہیں فرماتے تھے، کچھ عرصہ ایسا بھی گزرا کہ بغیر تنخواہ کے نماز پڑھاتے رہے۔

قرآن پاک سے آپ کو غیر معمولی شغف تھا، اس لیے آپ نے تدریسِ قرآن ہی کو اپنا مشغلہ بنایا اور اسی سے گزر بسر کرتے رہے۔ درجنوں افراد نے آپ سے قرآنِ پاک حفظ و ناظرہ پڑھا۔

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ حافظ صاحب کے لب کچھ موٹے ہونے کی وجہ سے آپ کی بات اکثر لوگوں کو سمجھ نہیں آتی تھی، لیکن آپ کی کرامت کہیے یا قرآن کا اعجاز سمجھیے کہ جب آپ قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے تھے تو ایک ایک لفظ صاف سمجھ آتا تھا۔

حافظ صاحب نہایت سادہ طبیعت درویش صفت اور پُرانی وضع کے انسان تھے، اکابر سے انتہائی عقیدت رکھتے تھے، بڑے فخر سے فرماتے تھے کہ میں پنجلاسہ کا رہنے والا ہوں وہاں حضرت حاجی امداداللہ

مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کرامت کا ظہور ہوا تھا، پھر بڑے مزے سے وہ کرامت سناتے تھے۔

حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی وہ کرامت بالکل سچی ہے، ہم مولانا محمد میاں صاحب رحمہ اللہ کی زبانی معمولی تصرف کے ساتھ وہ کرامت ذکر کرتے ہیں۔ حضرت لکھتے ہیں۔

"پنجلاسہ ضلع انبالہ کے رئیس راؤ عبداللہ خاں تھے۔ حکام رس اور حضرت حاجی صاحبؒ کے ارادت مند، پنجلاسہ پہنچ کر حضرت حاجی صاحبؒ نے انہیں کے یہاں قیام فرمایا۔ حاجی صاحبؒ جیسے باغی کو اپنے یہاں ٹھہرانا، تباہی اور بربادی کو دعوت دینا تھا، مگر راؤ صاحب کا اخلاص ہر ایک خطرہ سے بے نیاز تھا۔

قدرت کی عجائب نوازی ملاحظہ ہو کہ اس قیام کے دوران میں راؤ صاحب کا اخلاص آزمائش کی کسوٹی پر کسا گیا

واقعہ یہ ہوا کہ مخبروں نے مخبری کر دی اور صبح کے وقت جیسے ہی اُفقِ مشرق سے آفتاب نے سر نکالا، مجسٹریٹ ضلع دوش لے کر راؤ صاحب کے مکان پر پہنچ گیا۔ حاجی صاحبؒ نے بر سبیلِ احتیاط ایک ویران کوٹھری میں قیام فرمایا تھا، جو گھوڑوں کے اصطبل کے پاس تھی۔ مخبر نے ایسی صحیح مخبری کی کہ اس کوٹھری تک کا پتہ بتا دیا تھا۔ یہ اشراق کا وقت تھا اور حسبِ معمول حاجی صاحبؒ نمازِ اشراق میں مشغول تھے۔ راؤ صاحب کے لیے یہ بہت ہی نازک گھڑی تھی، مگر توفیقِ خداوندی نے حوصلہ مند راؤ صاحب کی مدد فرمائی۔ راؤ صاحب آگے بڑھے گرم جوشی سے کلکٹر صاحب کا استقبال کیا۔ بڑے تپاک سے ہاتھ ملایا۔

"تشریف لائیے۔ اس وقت صبح صبح کیسے تشریف آوری ہوئی"، راؤ صاحب نے فرمایا۔

سخن پرور مجسٹریٹ نے کہا۔ سنا ہے، آپ کے اصطبل میں کوئی گھوڑا بہت عمدہ ہے، صاحب اُسے دیکھنے آئے ہیں۔

بہت بہتر ہے۔ تشریف لائیے۔ اصطبل حاضر ہے۔ گھوڑے ملاحظہ فرمائیے۔

راؤ صاحب مجسٹریٹ بہادر کو اصطبل میں لے گئے۔ گھوڑے دکھائے۔

مجسٹریٹ بار بار راؤ صاحب کے چہرہ پر نظر ڈالتا تھا اور حیران تھا کہ راؤ صاحب پر خوف وہراس یا گھبراہٹ کا کوئی اثر نہیں۔ وہ دل دل میں خیال کر رہا تھا کہ شاید مخبر نے جھوٹی خبر دی۔

اصطبل میں گھومتے ہوئے اس ویران کوٹھری کے دروازہ پر بھی پہنچ گیا، جہاں حاجی صاحبؒ قیام فرماتے تھے اور یہ کہتے ہوئے کہ کیا اس میں گھوڑوں کی گھاس بھری جاتی ہے، کواڑ کھلوا دیے۔

کوٹھری میں چوکی پر جانماز بچھی ہوئی ہے، لوٹا چوکی کے کنارہ پر اور وضو کے پانی سے نیچے کی زمین تر ہے، مگر نماز پڑھنے والا کوئی نہیں۔

کلکٹر صاحب نے کوٹھری کے کونہ کونہ پر نظر ڈالی۔ کوئی شخص نظر نہیں آیا۔ تو پھر راؤ صاحب سے ہی دریافت کیا کہ یہ چوکی کیسی ہے؟

راؤ صاحب: مَیں یہاں نماز پڑھا کرتا ہوں۔

کلکٹر صاحب: اصطبل کے کنارہ، ویران اور بوسیدہ کوٹھری میں نماز پڑھنے کا کیا مطلب؟ نماز کے لیے تو مسجد ہوتی ہے۔

راؤ صاحب: ہمارے مذہب کی یہ تعلیم ہے کہ فرض نماز تو مسجد میں جماعت کے ساتھ کھلم کھلا سب کے سامنے ادا کریں، لیکن نفلیں چھپا کر کسی پوشیدہ جگہ میں پڑھیں اس لیے اشراق وغیرہ کی نفلیں میں یہاں پڑھا کرتا ہوں۔

اب کلکٹر صاحب خاموش تھے۔ رخصت ہوئے اور راؤ صاحب سے معذرت کی کہ کوئی گھوڑا ہماری مرضی کا نہیں نکلا۔ افسوس آپ کو تکلیف بھی دی اور ہمارا کام بھی نہیں ہوا۔ رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت۔

راؤ صاحب اس بلا کو رخصت کر کے سب سے پہلے اسی کوٹھری میں پہنچے دیکھا حاجی صاحب چوکی پر تشریف فرما ہیں"۔[1]

---

[1] علماء ہند کا شاندار ماضی ج ۴ ص ۲۹۵

راقم الحروف سے قبلہ حافظ صاحب بڑی محبت اور شفقت کے ساتھ پیش آیا کرتے تھے۔ گاہے بگاہے مکتبہ پر تشریف لاتے، میں باصرار انھیں بٹھاتا، چنانچہ تھوڑی دیر بیٹھ کر تشریف لے جاتے، اکثر ایسا ہوتا کہ نماز سے فارغ ہوکر ناچیز کی فراغت کے انتظار میں پاس آکر بیٹھ جاتے، پھر کافی دیر تک قصے سناتے۔

آپ چونکہ باقاعدہ عالم نہیں تھے۔ اس لیے جب کبھی کوئی مسئلہ درپیش آتا تو باوجود راقم کی کم سنی کے مسئلہ راقم ہی سے دریافت فرماتے، راقم جو عرض کرتا اس پر اطمینان کا اظہار فرماتے۔

شرک و بدعت سے آپ کو طبعاً نفرت تھی۔ مروجہ رسومات میں شریک ہونے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ غریب ہونے کے باوجود بھی ایسی دولت اور ایسے کھانے پینے سے پرہیز فرمایا کرتے تھے۔ اگر کوئی ایسی چیز مسجد میں لاتا تو آپ دوسری مسجد میں اُسے بھیج دیتے تھے۔

اَسّی ۸۰ سے کچھ اُوپر عمر تھی، لیکن بایں ہمہ صحت قابلِ رشک تھی۔ پیدل چلنے کے عادی تھے۔ میلوں پیدل چل کر آتے جاتے تھے۔

نومبر کے اواخر میں آپ کو دِل کی تکلیف ہوئی جس سے صحت گرتی گئی اور آپ صاحبِ فراش ہوگئے، مسجد میں آنا جانا موقوف ہوگیا۔ راقم الحروف وفات سے چند روز پیشتر چند احباب کے ہمراہ مزاج پُرسی کے لیے گیا۔ چھت پر دُھوپ میں لیٹے ہوئے تھے ہمارے جانے پر بمشکل اُٹھ کر بیٹھے فرداً فرداً ہر ایک کی خیریت دریافت کی، راقم سے ہمکلام ہوئے پُوچھا کہ رمضان کا چاند ہوگیا ہے۔ عرض کیا کہ ابھی نہیں ہوا کچھ دن باقی ہیں، بار بار دعاؤں کی التجا کرتے رہے۔

تھوڑی دیر بیٹھ کر ہم نے واپسی کی اجازت چاہی تو بادیدۂ پُرنم اجازت دی۔ راقم نے جاتے جاتے دوبارہ حافظ صاحب کو ایک نظر بھر کر دیکھا یُوں محسوس ہُوا کہ شاید یہ آخری ملاقات ہے، چنانچہ ایسے ہی ہوا، ۷ رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ / ۱۷ جنوری ۱۹۹۷ء بروز جمعۃ المبارک دوپہر تین بجے آپ کا انتقال ہوگیا۔ اِنّا لِلہِ وانّا الیہ راجعون ——— ہفتہ کی صبح آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

ایک بیوہ دو بیٹے اور تین بیٹیاں آپ نے سوگوار چھوڑیں اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ اپنی شایانِ شان آپ کے درجات بلند فرمائے اور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عنایت فرمائے، حافظ صاحب اکثر جہری نماز میں آیت کریمہ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ تلاوت فرمایا کرتے تھے جس کا مطلب ہے کہ۔ ہاں تو کیا تم نے یہ خیال کیا تھا کہ ہم نے تم کو یُونہی بیکار پیدا کر دیا ہے اور یہ کہ تم ہمارے پاس نہیں لائے

جاؤ گے ، حافظ صاحب تو اب اس جگہ چلے گئے جہاں جا کر کوئی واپس نہیں آتا، لیکن وہ اپنی یادیں ہمارے دلوں میں چھوڑ گئے۔ مسجد میں جائیں تو یُوں محسوس ہوتا ہے کہ حافظ صاحب نماز میں یہی آیت تلاوت کر رہے ہیں اور ہمیں جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر کہہ رہے ہیں کہ آخرت کو یاد رکھو سدا دُنیا میں نہیں رہنا۔

انتقال پُر ملال

حضرت مولانا الحاج حافظ محمّد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم مدرسہ تجوید القرآن رحمانیہ خانوخیل ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان، ۲؍ جنوری ۱۹۹۷ء بروز جمعرات بعمر اسّی برس انتقال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ راجعون۔

مرحوم عالم باعمل، جیّد حافظ، حق گو بزرگ، نیک سیرت، شب بیدار شخصیّت تھے۔ پُوری زندگی تعلیم قرآن، احیاء توحید و سُنّت اور رَدِّ شرک و بدعت میں گزاری۔ تقسیم سے قبل جمیعۃ علماء ہند اور بعد میں جمیعۃ عُلماء اسلام سے وابستہ رہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں جوارِ رحمت میں جگہ دے اور اُن کے صاحبزادے مولانا عطاء الرحمان صاحب اور دیگر پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ قارئین سے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

چار تعجّب خیز باتیں

(۱) تعجّب ہے اس شخص پر جسے موت کا یقین ہے اور پھر خوش و خرم رہتا ہے۔

(۲) جسے دوزخ کی آگ ہونے کا یقین ہے اور وہ ہنستا رہتا ہے۔

(۳) جسے تقدیر کا یقین ہے اور پھر غمگین ہوتا ہے۔

(۴) جسے دنیا کے فانی اور غیر مستقر ہونے کا یقین ہے اور وہ اس پر کیسے اعتماد کرتا اور اس سے مطمئن ہوتا ہے۔

دارالافتاء

غیر اسلامی ممالک میں

عقودِ فاسدہ و عقودِ باطلہ

کا حکم

سوال: غیر اسلامی ممالک میں عقودِ فاسدہ اور عقودِ باطلہ کی شرعًا اجازت ہے یا نہیں؟

اگر اجازت نہیں تو کُتبِ فقہ میں لا ربوا بین المسلم والحربی کے تحت یہ صراحت کہ حضرات طرفین (یعنی امام ابو حنیفہ اور امام محمدؒ) رحمہما اللہ کے نزدیک دارالحرب میں عقود فاسدہ جائز ہیں اس کا کیا مطلب ہے۔

الجواب باسم ملھم الصواب حامدًا و مصلیًا

ضروری ہے کہ یہاں ایک وضاحت پہلے کردی جائے جس پر مطلوبہ مسئلے کا دارومدار بھی ہے۔

مولانا تھانوی رحمہ اللہ امداد الفتاوی ص ۱۵۷ ج ۳ میں فرماتے ہیں

"دونوں قولوں کے دلائل پر نظر کی گئی تو ابو یوسف رحمہ اللہ کے دلائل قوی ہیں"۔

"اگر علی سبیل التنزل امام صاحب ہی کے قول کو لیا جاوے تب بھی وہ مقید ہے قیودِ مذکورہ کے ساتھ

نمبر ۱۔ وہ محل دار الحرب ہو۔

نمبر ۲۔ معاملہ ربوا کا حربی سے ہو۔

نمبر ۳۔ مسلم اصلی سے نہ ہو اور نہ ذمی سے ہو اور مسلم اصلی وہ ہے جو دار الحرب میں آنے کے قبل اسلام لایا ہو خود یا تبعًا للآباء

نمبر ۴۔ معاملہ کرنے والا وہ مسلم ہو جو دارالاسلام سے دار الحرب میں امن لے کر آیا ہو یا وہ مسلم ہو جو دار الحرب ہی میں اسلام لایا ہو وہ مسلم اصلی نہ ہو جو خود دار الحرب میں رہتا ہو۔

اس قید رابع کی تصریح کہیں نظر سے نہیں گزری، مگر اس قاعدہ کی تصریح ہے کہ روایات فقہیہ کے مفاہیم حجت ہیں۔

مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی مذکورہ بالا عبارت میں دو باتیں محل نظر ہیں۔

۱۔ معاملہ کرنے والا مسلم اصلی نہ ہو۔

۲- امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے دلائل قوی ہیں۔

ہم ترتیب سے دونوں باتوں کے بارے میں کچھ تفصیل ذکر کرتے ہیں۔

کیا یہ شرط ہے کہ معاملہ کرنے والا مسلم اصلی نہ ہو

ہم کہتے ہیں کہ لاربوابین مسلم و حربی ثم کی علت درمختار میں یوں ذکر ہے لان مالہ ثم مباح (کیونکہ اس کا مال دارالحرب میں مباح ہے) باب الربوا۔ اور بدائع الصنائع میں یوں مذکور ہے۔

ان اخذ الربا فی معنی اتلاف المال و اتلاف مال الحربی مباح و ھذا لانہ لاعصمۃ لمال الحربی فکان المسلم بسبیل من اخذہ الابطریق الغدر والخیانۃ فاذارضی بہ انعدم معنی الغدر۔ (ص ۱۳۲ ج ۷)

ترجمہ: سود لینے میں اتلافِ مال کا معنی پایا جاتا ہے اور حربی کے مال کا اتلاف مباح ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ حربی کے مال کو کچھ عصمت و تحفظ حاصل نہیں ہے۔ لہٰذا مسلمان حربی کا مال لے سکتا ہے، البتہ دھوکہ اور خیانت سے نہ ہو۔ توجب حربی مال دینے پر راضی ہوا تو دھوکہ کا معنی معدوم ہوا۔)

اس تعلیل پر جو تفریعات ہیں وہ یوں ہیں

(الف) ومنہ یعلم حکم من اسلما ثم ولم یھاجرا۔ ای یعلم مما ذکرہ المصنف مع تعلیلہ ان من اسلما ثم ولم یھاجرا لا یتحقق الربوا بینھما ایضا کما فی النھر عن الکرمانی و ھذا یعلم بالاولی (رد المحتار باب الربوا)

ترجمہ: مصنف رحمہ اللہ نے تعلیل کے ساتھ جو کچھ ذکر کیا اس سے معلوم ہوا کہ دو حربی جو دارالحرب میں مسلمان ہوئے اور انھوں نے دارالاسلام کی طرف ہجرت نہیں کی تو اُن کے درمیان بھی سود ثابت نہیں ہوتا۔

(ب) ولوعاقد ھذا المسلم الذی دخل بامان مسلما اسلم ھناك ولم یھاجر الینا جاز عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ

وہ مسلمان جو دارالحرب میں ویزا لے کر داخل ہوا ہو اگر وہاں مسلمان ہونے والے شخص سے جس نے دارالاسلام کی طرف ہجرت نہیں کی سودی معاملہ کیا تو ابو حنیفہ رح کے نزدیک

جائز ہے۔

(ج) وکذلك لوکان اسیرًا فی ایدیھم أو اسلم فی دارالحرب ولم یھاجر الینا فعاقد حربیا۔

ترجمہ: اگر دار الاسلام کا کوئی شخص حربیوں کے ہاتھوں میں قیدی ہو یا دارالحرب کا کوئی شخص مسلمان ہوگیا ہو اور یہ کسی حربی سے سودی معاملہ کریں تو جواز کا حکم ہے۔

ان تفریعات سے یہ بات سامنے آئی کہ مسلم مستامن اور مسلم حربی دارالحرب میں کافر حربی سے اور مسلم حربی سے سودی معاملہ کرسکتے ہیں اور وجہ جواز وہ علت ہے جو درمختار اور بدائع سے نقل کی گئی۔

مسلم مستامن اور مسلم حربی کے علاوہ ایک صورت مسلم اصلی کی ہے۔ یہ وہ شخص ہے جس کو دارالحرب میں مستقل سکونت کی اجازت مل گئی یا جس دارالاسلام کا وہ پہلے باشندہ تھا وہ دارالحرب میں تبدیل ہوگیا ہو۔

جب ہم علت پر نظر کرتے ہیں جو یہ ہے کہ حربی کا مال مباح ہے خواہ وہ کافر ہو یا مسلم ہو تو مفہوم مخالف سے نکلا کہ جو مسلم حربی نہ ہو خواہ وہ مستامن ہو یا اصلی ہو اس کا مال مباح نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب حربی کا مال مباح ہے اور مسلم مستامن اور مسلم حربی کو اس کا مال لینا مباح ہے تو مسلم اصلی کو بھی مذکورہ تعلیل کی رو سے اس کا مال لینا مباح ہوگا۔ کوئی مانع موجود نہیں ہے۔ حاصل یہ ہے کہ تعلیل کی رو سے مسلم اصلی کے حق میں بھی حربی کا مال مباح ہوگا اور دارالحرب میں مسلم مستامن کسی مسلم اصلی سے یا ایک مسلم اصلی کسی دوسرے مسلم اصلی سے سودی معاملہ نہیں کرسکتا۔

غرض یہ شرط نہیں ہے کہ حربی سے سودی معاملہ کرنے والا مسلم اصلی نہ ہو اور مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے قول "معاملہ کرنے والا مسلم اصلی نہ ہو" سے ہمیں اتفاق نہیں ہے۔

کیا امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے دلائل قوی ہیں؟

مولانا تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

"اس کے بعد جو دونوں قولوں پر نظر کی گئی تو ابو یوسف رحمہ اللہ کے دلائل قوی ہیں، چنانچہ مفصلا رسالہ تحذیر الاخوان میں ذکر کیا گیا ہے۔ ان

میں سے صرف ایک دلیل اس وقت ذکر کرتا ہوں۔ آیت تحریم ربوا میں ارشاد ہے۔ یا یھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ و ذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مؤمنین اور ظاہر ہے کہ اس بقیہ ربوا کا معاملہ جس وقت ہوا ہے لینے والے دینے والے سب حربی تھے، تو تحریم کے بعد اگر حربی سے ایسا معاملہ جائز ہوتا تو تحریم کے قبل تو بدرجہ اولیٰ جائز ہوتا اور وہ رقم حلال ہوتی تو اُس کا ترک کرنا کیوں فرض ہوتا اور یہ نص قطعی ہے۔ ثبوتًا بھی دلالۃً بھی اور طرفین کی دلیل یا خبر واحد ہے یا قیاس جو کہ ظنی ہیں اور قطعی کی تقدیم کا وجوب ظنی پر اجماع ہے ...الخ

(ص ۱۵۸ ج ۳ امداد الفتاوی)

اسی طرح مولانا تھانوی رحمہ اللہ اپنی تفسیر بیان القرآن میں فرماتے ہیں۔

"جو احقر نے اس آیت سے سمجھا ہے۔ دار الحرب میں حربی سے سود لینا حرام ہے۔ کیونکہ یہ بقایا سود زمانۂ جاہلیت کا تھا جبکہ مکّہ دار الحرب تھا۔ اگر یہ معاملہ حلال ہوتا تو حلال معاملہ سے جو حق واجب ہو اُس کا مطالبہ ہر حال میں درست ہے۔ گو مطالبہ کے وقت وہ معاملہ ناجائز ہو مثلاً ایک نصرانی نے دوسرے نصرانی سے ایک روپیہ کی شراب خریدی اُن کے لیے معاملہ حلال تھا۔ پھر دونوں مسلمان ہوگئے۔ باوجودیکہ اب ایسی بیع و شراء درست نہیں، مگر پچھلا روپیہ وصول کرنا درست ہے۔ پس جب ربوا میں پچھلا بقایا لینے کی اجازت نہ ہوئی معلوم ہوا کہ اس وقت بھی حلال نہ تھا۔ پھر حربی حربی میں درست نہ ہوا تو مسلم اور حربی میں کیسے درست ہوگا"

مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی اس بات کے جواب میں ہم کہتے ہیں:

(۱) عقود میں اعتبار معنیٰ کا ہوتا ہے اور جیسا کہ اُوپر تفصیل گزری۔ معنیٰ کے اعتبار سے مسلم و حربی کے درمیان سودی معاملہ ہونے سے سود کا لین دین نہیں بنتا، بلکہ مالک حربی کی رضامندی سے

اس کے اس مال کو لینا ہے جو مسلمان کے حق میں مباح ہے۔ دوسرے لفظوں میں اگرچہ متعاقدین کی عبارت سود کے لفظ پر مشتمل ہے، لیکن معنی کے اعتبار سے اس میں سود نہیں ہے۔ بلکہ مال مباح کو لینا ہے۔

غرض جب طرفین یعنی امام ابوحنیفہ رح اور امام محمدؒ رحمہما اللہ اس کو سودی معاملہ سے خارج کرتے ہیں اور اُس کو مال مُباح لینا قرار دیتے ہیں تو ربوا سے متعلق نصوص کا اس پر اطلاق ہی نہیں ہوتا۔

(۲) مذکورہ آیت سے مولانا تھانوی رحمہ اللہ کا استدلال محل نظر ہے۔ کیونکہ حربی سے سود لینا محض اس علت سے حلال بنتا ہے کہ وہ مال مباح ہے۔ جب تک وہ حربی رہے گا اس کا مال بھی مباح رہے گا، لیکن جب وہ حربی نہ رہے۔ مثلاً اس کا دارالحرب تبدیل ہوکر دارالاسلام بن جائے اور اس طرح وہ ذمی بن جائے یا اسلام قبول کر کے دارالاسلام کا مسلم باشندہ بن جائے تو اس کے مال کی اباحت ختم ہو جائے گی اور اس کو تحفظ حاصل ہو جائے گا۔ اور اب ظاہر ہے کہ اس کو لینا جائز نہ ہوگا تو سود کے نام سے جتنی رقم پر پہلے قبضہ ہوگیا وہ اباحت کی وجہ سے جائز ہوئی اور جتنی رقم قبضے میں آنے سے رہ گئی وہ اباحت ختم ہونے اور تحفظ و احترام حاصل ہونے کی وجہ سے ناجائز ٹھہری۔

ہماری اس بات سے مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی اس بات کا جواب بھی نکل آیا کہ "اگر یہ معاملہ حلال ہوتا تو حلال معاملہ سے جو حق واجب ہو اُس کا مطالبہ ہر حال میں درُست ہے گو مطالبہ کے وقت وہ معاملہ ناجائز ہو۔" جواب اس طرح سے ہے کہ سودی معاملہ کرنے سے مسلم کا حربی کے ذمے سود بطور حق واجب کے ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ جب مسلم حربی کی رضامندی سے بغیر غدر کے اس کے مال پر قبضہ کرتا ہے تو اب حربی کے ذمے بغیر کسی سابقہ استحقاق کے مسلمان اس کا مالک بن جاتا ہے اور جب اباحت ختم ہوگئی تو چونکہ حربی کے ذمے پہلے بھی نہیں تھا۔ لہٰذا اب مسلمان کے لیے اس کا مطالبہ بھی درُست نہ رہا۔

رہا نصرانیوں کے مسئلہ پر قیاس تو اس کو مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے احکام القرآن میں قیاس مع الفارق کہا ہے لکھتے ہیں۔

قلت قیاس مع الفارق ففی مسئلة النصرانین لو اسلما او احدهما قبل قبض الخمر بطل العقد ولم یکن للبائع ان یطالب المشتری بالثمن مع صحة البیع عند عقده کما مر فهذا هو نظیر الربا الذی امر بترکه وهو

ما بقی غیر مقبوض عند ظهور الاسلام علی الدار - واما الذی ذکرہ الشیخ فانما هو نظیر الربا الذی کان مقبوضا عند ظهور الاسلام ولم یثبت انه صلی الله علیه وسلم تعرض له بشیٔ - ولو کان العقد وکل ما اکتسب به قبل صیرورۃ الدار دار الاسلام راما لأمر النبی صلی الله علیه وسلم برده الی ارباب الاموال کما امر برد المظالم -

ترجمہ : مَیں کہتا ہوں کہ یہ قیاس مع الفارق ہے ، کیونکہ نصرانیوں کے مسئلہ میں اگر شراب پر قبضہ کرنے سے پیشتر دونوں نصرانی یا اُن میں سے ایک مسلمان ہو جائے تو عقد بیع باطل ہو جاتا ہے اور بائع کو حق نہیں ہوگا کہ عقد کے وقت بیع کے صحیح ہونے کے باوجود وہ اب مشتری سے ثمن کا مطالبہ کرے۔ یہ نظیر اس ربوا کی ہے جس کو چھوڑنے کا حکم ہوا ہے اور یہ وہ ربوا ہے جو دار پر اسلام کے غلبہ کے وقت تک قبضہ میں نہیں لیا گیا تھا۔ رہی وہ صورت جس کو مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔ یہ اس ربوا کی نظیر ہے جس پر غلبۂ اسلام کے وقت قبضہ ہو چکا تھا اور یہ ثابت نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کچھ تعرض کیا ہو۔ اگر دار کے دار الاسلام بننے سے پیشتر ہونے والے عقد اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی حرام ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اُس کے مالکوں کی طرف اس کی واپسی کا حکم فرماتے جیساکہ ظلماً لی ہوئی اشیاء کی واپسی کا حکم فرمایا۔)

ایسے عقد کے الفاظ کی ادائیگی کا کیا حکم ہے ؟

آخر میں یہ بات رہ گئی ہے کہ مولانا تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"اتنا سوال اور بھی باقی رہ جاتا ہے کہ خود تلفظ بصیغۃ العقد کا شرعاً کیا حکم ہے؟ کیا اس تلفظ کو معصیت نہ کہیں گے جیسے کسی مسلمہ فاسقہ سے نکاح ہونا موقوف ہے۔ اس کی رضا پر، اگر وہ رضا موقوف ہو کسی کلمہ فسقیہ کے تلفظ

پر تو اس تلفظ کا کیا حکم ہوگا؟ (ص ۱۵۵ ج ۳، امداد الفتاوی)

جواب میں ہم کہتے ہیں:

۱- صاحب فتح القدیر لکھتے ہیں "لا یخفی ان ھٰذا التعلیل انما یقتضی حل مباشرۃ العقد اذا کانت الزیادۃ ینالھا المسلم (باب الربوا)

(ترجمہ: اس میں خفا نہیں کہ یہ تعلیل ارتکابِ عقد کی حلت کا تقاضا کرتی ہے جبکہ زائد مسلمان کو ملتا ہو۔) حل مباشرۃ العقد (یعنی ارتکابِ عقد کی حلت) کا مطلب یہی سمجھ میں آتا ہے کہ زبان سے ایجاب و قبول یعنی صیغہ عقد کا تلفظ کرنا حلال ہے۔

۲- فتح القدیر میں ہے۔

"لان ابا بکر قبل الھجرۃ حین انزل اللہ تعالٰی۔ الٓمٓ غلبت الروم۔ الآیۃ قالت لہ قریش ترون ان الروم تغلب قال نعم۔ فقال ھل لک ان تخاطرنا فخاطرھم فاخبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذھب الیھم فزد فی الخطر ففعل وغلبت الروم فاخذ ابوبکر خطرہ فاجازہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو القمار بعینہ بین ابی بکر و مشرکی مکۃ وکانت مکۃ دار شرک۔ (باب الربوا)

ترجمہ: ہجرت سے پہلے جب آیت الٓمٓ غلبت الروم نازل ہوئی تو قریش نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ بھی یہ سمجھتے ہیں کہ رُومیوں کو غلبہ حاصل ہوگا۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ ہاں۔ قریش نے کہا کہ آپ ہم سے شرط لگاتے ہیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے شرط لگا لی اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آکر خبر دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریش کے پاس جاؤ اور شرط کی مقدار میں اضافہ کردو۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایسے ہی کیا۔ جب رومیوں کو غلبہ حاصل ہوا تو ابوبکر نے شرط ٹھہرایا ہوا مال لے لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو جائز رکھا یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور مشرکین مکہ کے درمیان عین قمار تھا اور مکہ اس وقت دار الحرب تھا)

اس قصہ میں ابو بکر رضی اللہ عنہ نے صیغہ کا تلفظ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جائز رکھا۔

۳۔ پراویڈنٹ فنڈ کے مسئلہ میں خود مولانا تھانوی رحمہ اللہ کا فتوی ہے جس کو حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ اور دیگر ارکان مجلس تحقیق نے صحیح اور راجح قرار دیا ہے۔

مولانا تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

تنخواہ کا کوئی جز اس طرح وضع کرا دینا اور پھر یکمشت وصول کر لینا اگر اس کے ساتھ سود کے نام سے کچھ رقم ملے یہ سب جائز ہے، کیونکہ در حقیقت وہ سود نہیں ہے۔

"بندہ کا مدت سے یہ خیال تھا کہ یہ بھی صلہ (یعنی انعام) ہے تسمیہ سود سے حرمت نہیں آتی۔" (پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ اور سود کا مسئلہ ص۲۱)

رد المحتار میں ہے

حتی لو باعهم درهما بدرهمين أو باعهم ميتة بدراهم أو اخذ مالا منهم بطريق القمار فذلك كله طيب له۔

(باب الربا)

اس سے معلوم ہوا کہ عقودِ فاسدہ (مثلاً ایک درہم کی بیع دو درہم کے عوض) اور عقود باطلہ (مثلاً مردار کی بیع دراہم کے عوض) دونوں کی اجازت ہے۔

البتہ وہی عقود جائز ہیں جن میں فائدہ یا زیادت مسلمان کو حاصل ہوتی ہو۔ لا يخفى ان التحليل انما يقتضى حل مباشرة العقد اذا كانت الزيادة ينالها المسلم۔ (فتح القدیر)

نوٹ: اصل مسئلے کے اعتبار سے یہ تفصیل لکھی گئی ہے۔ البتہ اگر حالات کا تقاضا ہو کہ اس پر عمل کو اختیار نہ کیا جائے۔ مثلاً لوگوں کی ناسمجھی کی وجہ سے عمل و اعتقادی مفاسد کا اندیشہ ہو اور یہ خطرہ ہو کہ اس طرح لوگ ان صورتوں میں بھی جرأت کرنے لگیں گے جو بالاتفاق ناجائز ہیں تو ترک کا قول کرنا مناسب ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قسط ۱۶　　　　　　مضامین علمیہ

تحفۂ اصلاحی

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالواحد صاحب فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

امین احسن اصلاحی صاحب نے اپنی تفسیر "تدبّر القرآن" کے علاوہ اُصولِ تفسیر میں "مبادی تدبّر قرآن" اور اُصولِ حدیث میں "مبادی تدبّرِ حدیث" بھی لکھی ہیں۔ اصلاحی صاحب کے مبادی اس بات کا کھلا ثبوت ہیں کہ ع

ہُوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

اپنے سلسلہ مبادی میں اُنہوں نے جو گل افشانیاں کی ہیں وہ مدلّل ابطال اور احقاق حق کے ساتھ ہدیۂ قارئین ہیں۔ دُعا ہے اللہ تعالےٰ اس کو اصلاحِ احوال کا ذریعہ بنائے آمین

مذکورہ قاعدہ میں اصلاحی صاحب کی غلطیاں

اصلاحی صاحب نے اپنے اس بیان میں چند غلطیاں کی ہیں، جن کو ہم ذیل میں ذکر کرتے ہیں۔

غلطی نمبر ا۔ اصلاحی صاحب نے تخصیص کی دوسری قسم کو نسخ کہا ہے۔ اوّل تو محض اتنی بات پر نسخ کہنا صحیح نہیں۔ دوم مذکورہ مثال میں نسخ ثابت ہونا ضروری نہیں ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(الف) نسخ کا قول کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ناسخ و منسوخ کی تاریخ کا علم ہوتا کہ مقدم کو منسوخ اور مؤخر کو ناسخ قرار دے سکیں۔ جب تک دونوں کی تاریخ کا علم نہ ہو نسخ کا قول کرنا صحیح نہیں ہوتا کیونکہ اس وقت احتمال ہے کہ دونوں حکم مقارن (بیک وقت) نازل ہُوئے ہوں یا جس کو ہم ناسخ و منسوخ کہہ رہے ہوں، وہ درحقیقت اس کے برعکس ہوں۔ دیکھیے صاحب توضیح لکھتے ہیں۔

اگر خاص و عام کے مابین تعارض ہو اور تاریخ کا علم　　　فان تعارض الخاص والعام فان لم

یعلم التاریخ حمل علی المقارنۃ مع ان	نہ ہو تو مقارنت پر محمول کریں گے باوجودیکہ واقع
فی الواقع احدھما ناسخ والآخر منسوخ	میں ان میں سے ایک ناسخ اور دوسرا المنسوخ ہے
لکن لما جھلنا الناسخ والمنسوخ	لیکن جب ہمیں ناسخ و منسوخ کا علم نہیں ہوا تو
حملنا علی المقارنۃ والا یلزم الترجیح	ہم مقارنت پر محمول کریں گے ورنہ ترجیح بلا مرجح
من غیر مرجح۔	لازم آئے گی۔

علامہ تفتازانی رحمہ اللہ اس پر اپنے حاشیہ تلویح میں لکھتے ہیں۔

فان تعارض الخاص والعام بان یدل	اگر خاص و عام کے درمیان تعارض ہو بایں طور کہ ان
احدھما علی ثبوت حکم والآخر	میں سے ایک ایک حکم پر دلیل ہو اور دوسرا اس حکم
علی انتفائہ فاما ان یعلم تاخر احدھما	کے انتفاء پر دلیل ہو تو یا تو علم ہوگا کہ ان میں سے ایک
عن الاخر اولا فان لم یعلم حمل	دوسرے سے مؤخر ہے یا اس کا علم نہیں ہوگا۔ پس اگر یہ
علی المقارنۃ وان جاز ان یکون احد	علم نہ ہو تو مقارنت پر محمول کریں گے اگرچہ ممکن ہے کہ
ھما فی الواقع ناسخا لتاخرہ والآخر منسوخا	فی الواقع ان میں سے ایک اپنے متاخر ہونے کی بناء پر ناسخ ہو اور
لتقدمہ وانما قیدنا بالجواز لاحتمال	دوسرا اپنے تقدم کی بناء پر منسوخ ہو۔ ہم نے ممکن ہونے کی قید
ان یکون الخاص فی الواقع موصولا بالعام	اس لیے لگائی ہے کہ یہ احتمال ہے کہ خاص فی الواقع عام کے ساتھ
فیکون مخصصا لا ناسخا (توضیح و تلویح فصل فی حکم العام)	ملا ہوا ہو لہٰذا وہ عام کے لیے مخصص ہو ناسخ نہ ہو۔

نیز اصلاحی صاحب کا یہ "قید لگانا" اور اس کے لیے قرآن کے حکم سے بالکل الگ حکم بیان ہوتا ہے جو قرآن کے حکم سے بھی اشد ہے۔" درحقیقت حقائق کو مسخ کرنا ہے۔ بات ایسے نہیں ہے جیسے اصلاحی صاحب نے ذکر کی ہے بلکہ اصل بات یوں ہے کہ فقہاء یہ قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ الزیادۃ فی النص بعد استقراء حکمہ توجب النسخ۔

مسلم الثبوت اور اُس کی شرح فواتح الرحموت میں ہے۔

واما زیادۃ جزء فی الواجب کالتغریب	رہا واجب میں کسی جزء کی زیادتی جیسے حد زنا میں
فی الحد ای حد الزنا او زیادۃ شرط	جلاوطنی یا پہلے شرط سے خالی ہونے کے بعد واجب
بعد اطلاق الواجب عنہ کالایمان	میں شرط کی زیادتی جیسے قسم کے کفارے میں غلام کے

ای اشتراطه فی رقبة الیمین فهل هو نسخ لحکم المزید علیه فالحنفیة قالوا نعم نسخ و هو المسمی عندهم بالنسخ بالزیادة والشافعیة والحنابلة واکثر المعتزلة قالوا لا نسخ (طبع ۲)	ایمان کی شرط کرنا کیا یہ پچھلے (مزید علیہ) حکم کیلئے نسخ ہے؟ حنفیہ کا قول ہے کہ ہاں اور اس کا نام اُن کے نزدیک نسخ بالزیادۃ ہے جب کہ شافعیہ حنابلہ اور اکثر معتزلہ کا قول ہے کہ یہ نسخ نہیں ہے۔

اسی طرح ابوبکر جصاص رحمہ اللہ اپنی کتاب احکام القرآن میں لکھتے ہیں

و یحتمل ان یکون ایجاب الحبس للمرأة متقدما للاذی ثم زید فی حدها وأوجب علی الرجل الاذی فاجتمع للمرأة الامران وانفرد الرجل بالاذی دونها فان کان کذلك فان الامساك فی البیوت الی الموت او السبیل قد کان حدها فاذ الحق به الاذی صار منسوخا لان الزیادة فی النص بعد استقراء حکمه توجب النسخ اذا کان الحبس فی ذلك الوقت جمیع حدها ولما وردت الزیادة صار بعض حدها فهذا یوجب ان یکون کون الامساك حدا منسوخا... الخ (ص ۱۰۶ ج ۲)	احتمال ہے کہ عورت کو گھر میں محبوس رکھنے کو واجب کرنا تکلیف (دہ سزا) پر مقدم ہو پھر اس کی حد میں اضافہ کر دیا گیا ہو اور مرد پر تکلیف (دہ سزا) واجب کی گئی ہو۔ لہٰذا عورت میں دو امر جمع ہوئے اور مرد میں صرف تکلیف (دہ سزا) ہے اور اگر بات ایسی ہی ہو تو موت تک یا دوسرے رستے تک گھروں میں روکے رکھنا عورت کی حد تھی۔ پھر جب اس کے ساتھ تکلیف (دہ سزا) لاحق کی گئی تو وہ حد منسوخ ہوگئی، کیونکہ حکم کے ثابت ہونے کے بعد نص میں زیادتی نسخ کی موجب ہے، تو اس میں گھر میں محبوس کرنا عورت کی پوری حد تھی اور جب زائد وارد ہوا تو وہ عورت کی حد کا ایک حصّہ بنا لہٰذا یہ اس بات کو واجب کرتی ہے کہ عورت کو گھر میں روکنا منسوخ شدہ حد تھی۔

اصل حقیقت ہم نے اس لیے نقل کی ہے۔ کیونکہ اصلاحی صاحب نے "قرآن کے حکم سے بھی اشد" جو قید لگائی ہے، وہ بے بنیاد ہے۔ نسخ اُصولی طور پر اس وقت بنے گا جب قرآن نے جو حکم دیا ہے اسی کی جنس پر اضافہ و زیادتی ہو جیسے مسلم الثبوت میں دی گئی مثال نقل کی کہ کنوارے کی قرآن پاک میں حد سو کوڑے ہیں۔ اَب اگر ہم ان سو کوڑوں پر ایک سال کی جلاوطنی کا اضافہ کر دیں تو حنفیہ کے نزدیک یہ نسخ

بالزیادۃ کہلاتا ہے جب کہ شافعیہ اور حنابلہ وغیرہ اس کو نسخ نہیں سمجھتے۔ اور اگر قرآن کے حکم کے علاوہ کوئی حکم بیان ہوتا ہے۔ یعنی اس حکم کی جنس برقرار نہ رہے تو پھر اس "اشد" کی قید بے بنیاد ہے۔ وہ خواہ اشد ہو یا اخف (ہلکی) اصل مسئلہ میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

حاصل یہ ہے کہ جب تک تاریخ کا علم نہ ہو نسخ کا قول کرنا بلا دلیل ہے اور اس میں یہ بے بنیاد قید "جو قرآن کے حکم سے بھی اشد ہے" لگانے سے اصلاحی صاحب کو کچھ حقیقی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

(ب) اصلاحی صاحب کی ذکر کردہ مثال میں نسخ ثابت ہونا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ سورہ نساء کی آیات۔

واللتی یأتین الفاحشة من نسآءکم فاستشهدوا علیهن اربعة منکم فان شهدوا فامسکوهن فی البیوت حتی یتوفهن الموت او یجعل الله لهن سبیلا۔	اور جو کوئی بدکاری کرے تمہاری عورتوں میں سے تو گواہ لاؤ ان پر چار مرد اپنوں میں سے پھر اگر وہ گواہی دیں تو بند رکھو ان عورتوں کو گھروں میں یہاں تک کہ اٹھا لے ان کو موت یا مقرر کردے اللہ ان کے لیے کوئی راہ۔

پہلے نازل ہوئیں۔ پھر جیسا کہ حدیث میں آتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ حکم بیان کیا

عن عبادة بن الصامت قال قال رسول الله صلّی الله علیه وسلّم خذوا عنی قد جعل الله لهن سبیلا البکر بالبکر والثیب بالثیب البکر تجلد و تنفی والثیب تجلد و ترجم۔	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے (یہ حکم) لے لو۔ اللہ تعالیٰ نے (زانیہ) عورتوں کے لیے صورت بنا دی ہے، غیر شادی کا زنا غیر شادی شدہ کے ساتھ اور شادی شدہ کا زنا شادی شدہ کے ساتھ غیر شادی شدہ کو کوڑے لگائے جائیں اور اس کو جلا وطن کیا جائے اور شادی شدہ کو کوڑے لگائے جائیں اور رجم کیا جائے۔

جس وجہ سے اس حکم میں کنوارے اور شادی شدہ کے درمیان فرق کیا گیا ہے۔ وہی وجہ پھر بعد میں سورۂ نور کی نازل ہونے والی آیت الزانیة والزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدةٍ میں عموم کے لیے مخصص

بن گئی اور اس حکم میں سے شادی شُدہ خارج رہا۔ اس وجہ کا ذکر ہم آگے کریں گے
بیان کردہ اس صُورت کو جصاص رحمہ اللہ نے ترجیح دی ہے۔

البتہ اس پر چند اعتراض ہو سکتے ہیں۔ ذیل میں ہم ان اعتراضات کو ذکر کر کے ان کے جواب لکھتے ہیں۔

(۱) اعتراض اوّل: یہ تو آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا والی بات ہوئی کیونکہ نسخ القرآن بالسنۃ سے بھاگے تھے۔ پھر اسی میں آن پھنسے اور وہ اس طرح کہ آیت الزانیۃ والزانی کے حدیث یا سُنّت سے نسخ سے اپنے آپ کو بچا رہے تھے، لیکن بچایا بھی تو والتی یاتین الفاحشۃ . . . الآیۃ کے حدیث خذوا عنی قد جعل اللہ لھن سبیلا سے نسخ کے ساتھ جیساکہ جصاص رحمہ اللہ نے احکام القرآن میں اس کو نسخ القرآن بالسنۃ کہا ہے۔

جواب: ہم اس کے دو جواب دیتے ہیں۔

(۱) نسخ مجازاً کہا ورنہ تو قرآن کے حکم ہی کا بیان ہُوا ہے۔ کیونکہ قرآن پاک میں ہے۔ او یجعل اللہ لھن سبیلا۔

حدیث میں اسی سبیل کا بیان ہے۔ قرآن میں جو اجمال ہے۔ حدیث میں اُس کا بیان ہُوا اور اجمال کے بیان کو نسخ نہیں کہتے۔ البتہ اس کو نسخ لازم ہو رہا ہے۔ کیونکہ فاحشہ عورتوں کے بارے میں سابقہ حکم یعنی گھر میں مقید رکھنا بدل گیا۔ تو اوّل تو ہمیں اس حصّے سے بحث نہیں اور دوسرے بعض اوقات جو چیز مقصوداً ثابت ہو۔ اور جو چیز لزوماً ثابت ہو۔ اُن کے درمیان فرق ہوتا ہے۔ دونوں کا ایک ہی حکم نہیں ہوتا۔

رہی یہ بات کہ یہ بیان کی صُورت کیسی ہے تو اُس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایسی ہی ہے جیسے صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا ذکر قرآن پاک میں اجمال کے ساتھ ہے۔ حدیث و سُنّت میں اُس کا بیان ملتا ہے کہ اس کی تفصیلی ہیئت اور اُس کی مقدار کیا ہوگی۔

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ نسخ الکتاب بالسنۃ ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ اس کے ممتنع ہونے پر کوئی قطعی دلیل موجود نہیں۔ اصلاحی صاحب نے بھی اس بارے میں جو دلیل دی ہے۔ وہ حتمی اور قطعی نہیں بلکہ اُن کی جانب سے دی ہوئی دلیل تو مدّعا پہ دلیل بنتی ہی نہیں۔ اس مسئلہ کو ہم اختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔

اصلاحی صاحب اپنی کتاب "اسلامی قانون کی تدوین" صـ۳۷ پر لکھتے ہیں۔

"نسخ کے بارہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب تمام کتب اصول فقہ میں مذکور ہے کہ اُن کے نزدیک سُنّت قرآن مجید کی کسی آیت کو منسوخ نہیں کر سکتی، اگرچہ اس رائے سے اختلاف رکھنے والوں نے اُن پر اس مسئلہ کی وجہ سے بڑی نکتہ چینی کی ہے یہاں تک کہ شارح مسلم الثبوت نے اس کو مکابرت تک کہہ دیا ہے، لیکن مذہب حق یہی ہے۔

امام صاحب کے دلائل اُصولِ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ اُصول میں خود اُن کا بھی رسالہ ہے جس میں اُنھوں نے اپنے مسلک کے دلائل بیان کیے ہیں۔ علّامہ آمدی نے بھی اپنی کتاب میں ضروری تفصیل کی ہے بلکہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر اہلِ ظاہر کا یہی مذہب بتایا ہے پھر تعجب ہے کہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا یہ مذہب ہے جو حدیث و روایت میں صاحب البیت (گھر کے بھیدی) کا درجہ رکھتے ہیں تو فقہاء و متکلمین کا مذہب اس سے الگ کیوں ہو؟"

قارئین دیکھ لیں کہ یہ اصلاحی صاحب نے دلیل کے طور پر جو آیت پیش کی ہے وہ کسی طور پر بھی ان کو مفید نہیں۔ کیونکہ آیت کے ترجمہ میں وہ خود لکھتے ہیں ... " اپنے جی سے ترمیم" جس سے کسی کو اختلاف نہیں، اختلاف تو اس وقت ہے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے "تبدیلی کا حکم نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ملا ہو جیسا کہ زیرِ بحث حدیث میں ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا خذوا عنی قد جعل الله لهن سبيلا (مجھ سے یہ بات لے لو کہ اللہ نے اُن کے لیے رستہ بنا دیا ہے۔) اس وقت بھی اصلاحی صاحب کہتے ہیں کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم ایسا نہیں کر سکتے۔ اصلاحی صاحب کا یہ کہنا تو صحیح ہے کہ "قرآن مجید خدا کی طرف سے آیا ہے تو اس میں تبدیلی کا حق اسی کو ہے۔" لیکن اس پر کونسی نص قطعی ہے کہ تبدیلی بھی الفاظ قرآن کے ذریعہ ہی ہو۔ اور پھر اس حدیث کو تو اصلاحی صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں۔

الا انی اوتیت القران ومثله معه　　دیکھو مجھے قرآن دیا گیا اور اس کے مثل اور بھی

دیکھیے یہی بات علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے الاحکام میں ذکر کی ہے۔

واحتج من منع ذلك بقوله تعالیٰ قل مايكون لی ان ابدله من تلقائ نفسی۔ وهذا لا حجة لهم فيه لا ننالو　　جس نے (نسخ القرآن بالسنۃ کا) انکار کیا اس نے اس آیت کو دلیل بنایا کہ قل مایکون لی ان ابدلہ من تلقائ نفسی لیکن اس میں ان کے لیے دلیل نہیں ہے کیونکہ ہم نے

"سُنّت اور حدیث میں تھوڑا سا فرق ہے۔ وہ فرق یہ ہے کہ سُنّت نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ثابت شُدہ طریقہ کو کہتے ہیں اور حدیث ہر وہ قول یا فعل یا تقریر ہے جس کی روایت نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نسبت کے ساتھ کی جائے، عام اس سے کہ وہ ثابت شُدہ ہو یا اس کا ثابت شُدہ ہونا فعل نزاع ہو۔ حدیث حسن، صحیح، ضعیف، موضوع اور مقلوب سب کچھ ہو سکتی ہے، لیکن سُنّت کے متعلق یہ بحثیں نہیں پیدا ہوتیں۔"

اصلاحی صاحب رسالہ تدبر ۲/۶ ص ۳۴، ۳۵ پر لکھتے ہیں۔

"جہاں تک حدیث کا تعلّق ہے اس میں ضعف کے اتنے پہلو موجود ہیں کہ اس کا قرآن جیسی قطعی الدلالۃ چیز کو منسوخ کر دینا بالکل خلافِ عقل ہے۔

سُنّت اگرچہ ان کمزوریوں سے محفوظ ہوتی ہے، لیکن وہ قرآن کے کسی حکم کی ناسخ اس وجہ سے نہیں ہو سکتی کہ پیغمبر صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ حق سرے سے حاصل ہی نہیں تھا کہ آپ قرآن کے کسی حکم میں سرِمو تبدیلی کر سکیں، چنانچہ قریش نے جب یہ مطالبہ کیا کہ جب تک آپ قرآن میں تبدیلی نہیں کریں گے۔ اس وقت تک وہ اُس کو ماننے کے لیے تیّار نہیں ہیں تو اُن کو آپ کی زبانی یہ جواب دلوایا گیا۔

قل ما یکون لی ان ابدلہ من تلقائ نفسی　　کہہ دو مجھے کیا حق ہے کہ مَیں اس میں اپنے جی سے ترمیم کروں۔

... جب پیغمبر صلّی اللہ علیہ وسلّم کا یہ مقام ہی نہیں ہے کہ وہ قرآن کے کسی حکم کو منسوخ کر سکیں تو اُن کی طرف منسوب کسی سُنّت یا حدیث کو آپ یہ درجہ کس طرح دے سکتے ہیں کہ وہ قرآن میں کوئی تبدیلی کر سکتی ہے۔

مبادی تدبّرِ قرآن ص ۱۵۰ پر لکھتے ہیں۔

نقل ان رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم بدلہ من تلقاء نفسہ ۔ وقائل ھذا کافر وانما نقول انہ علیہ السّلام بدلہ بوحی من عند اللّٰہ تعالٰی کما قال آمرا لہ ان یقول ان اتبع الا ما یوحی الی فصح بھذا نصا جواز نسخ الوحی بالوحی ۔

یہ نہیں کہا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس کو اپنے جی سے کہہ دیا تھا۔ اس کا قائل تو کافر ہے۔ ہم تو محض یہ کہتے ہیں کہ نبی علیہ السّلام نے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی سے بدلا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ حکم دیتے ہُوئے کہتے ہیں کہ آپ یہ کہیے ان اتبع الا ما یوحی الی (میں تو محض اس کی پیروی کرتا ہوں جو مجھے وحی کی گئی، پس اس میں وحی کا وحی سے نسخ نص سے ثابت ہُوا۔

نسخ الکتاب بالسنۃ کے عدم جواز پر یہ دلیل بھی دی جاتی ہے۔

قال اللّٰہ تعالی ما ننسخ من آیۃ او ننسھا نأت بخیر منھا او مثلھا والسنۃ لیست بخیر من القرآن ولا مثل لہ فلا تکون ناسخۃ الآیۃ ولا ان اللّٰہ آت بھا فلا تکون ناسخۃ ایضا لان ناسخۃ الآیۃ ماتی بہ من اللّٰہ

ارشاد باری ہے ما ننسخ من آیۃ او ننسھا نأت بخیر منھا او مثلھا (ہم کوئی آیت نہیں منسوخ یا اس کو نہیں بھلواتے مگر یہ کہ اس سے بہتر یا اس کی مثل لاتے ہیں) اور سُنّت قرآن سے بہتر نہیں ہے اور نہ ہی اس کی مثل ہے۔ لہٰذا یہ آیت کے لیے ناسخ نہیں بن سکتی اور نہ ہی سُنّت کو اللہ تعالیٰ لانے والے ہیں پس یہ ناسخ بھی نہیں بن سکتی، کیونکہ آیت کو منسوخ کرنے والا وہ امر ہے جو اللہ کی طرف سے آیا ہو۔

لیکن اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے۔

و ھذا ایضا لا حجۃ لھم فیہ لان القرآن ایضا لیس بعضہ خیرا من بعض وانما المعنی نات بخیر منھا لکم او مثلھا لکم ولا شك ان العمل بالناسخ خیر من العمل بالمنسوخ

یہ بھی اُن کے لیے دلیل نہیں بن سکتی۔ کیونکہ قرآن کا ایک حصّہ بھی دوسرے حصّے سے بہتر نہیں ہے (اس کا) معنی تو محض اتنا ہے کہ ہم تمہارے لیے اس سے بہتر یا اس کی مثل لائیں گے اور اس میں شک نہیں ہے کہ ناسخ پر عمل نسخ سے پیشتر منسوخ

قبل ان ینسخ و قد یکون الاجر علی
العمل بالناسخ مثل الاجر علی العمل
بالمنسوخ قبل ان ینسخ و قد یکون
اکثر منہ الا ان فائدۃ الآیۃ اننا قد
امنا ان یکون العمل بالناسخ اقل
اجرا من العمل بالمنسوخ قبل ان ینسخ
لکن انما یکون اکثر منہ او مثلہ ولا
بد من احد الوجھین .....
و ایضا فالسنۃ مثل القران فی
وجھین احدھما ان کلاھما من
عند اللہ عزوجل علی ما تلونا آنفا من قولہ
تعالیٰ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا
وحی یوحی۔ والثانی استواؤھما فی
وجوب الطاعۃ بقولہ تعالیٰ من
یطع الرسول فقد اطاع اللہ و بقولہ
تعالیٰ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول۔ و
انما افترقا فی ان لا یکتب فی المصحف
غیر القرآن ولا یتلی معہ غیرہ
مخلوطا بہ و فی الاعجاز
فقط (الاحکام۔ ابن حزم جزء ۴ ص ۱۰۸)

پر عمل سے بہتر ہے اور کبھی ناسخ پر عمل میں اجر نسخ سے
پیشتر منسوخ پر عمل میں اجر کی مثل ہوتا ہے اور کبھی
اس سے زائد ہوتا ہے، البتہ آیت کا فائدہ یہ ہے
کہ ہمیں اس بارے میں اطمینان ہو جاتا ہے کہ ناسخ پر
عمل میں اجر نسخ سے پیشتر منسوخ پر عمل میں اجر
سے کم نہیں ہے بلکہ اس سے زائد ہے یا اس کی
مثل ہے۔ ان دو میں سے ایک بات ضروری ہے
نیز سُنّت بھی دو وجہوں سے قرآن کی مثل ہے
اوّل دونوں ہی اللہ عزوجل کی جانب سے ہیں جیسا کہ
ابھی ہم نے یہ آیت پڑھی تھی کہ وما ینطق عن الھویٰ
ان ھو الا وحی یوحیٰ (اور نہیں بولتا اپنے نفس کی خواہش
سے یہ تو حکم ہے بھیجا ہوا) دوم اطاعت کے واجب
ہونے میں دونوں برابر ہیں۔ کیونکہ ارشاد باری ہے کہ
من یطع الرسول فقد اطاع اللہ اور فرمان الٰہی اطیعوا
اللہ واطیعوا الرسول۔ البتہ (قرآن و سُنّت کے
درمیان) فرق یہ ہے کہ مصحف میں قرآن کے علاوہ
کچھ نہیں لکھا جاتا اور اس کے ساتھ کسی اور
چیز کی تلاوت نہیں کی جاتی اس حال میں کہ وہ
قرآن کے ساتھ مخلوط ہو۔ اور معجز ہونے میں بھی
دونوں میں فرق ہے۔

حاصل یہ ہے کہ نسخ الکتاب بالسنۃ کا مسئلہ مختلف فیہ اور مجتہد فیہ ہے اور کسی ایک جانب کے لیے دلائل قطعی نہیں ہیں بلکہ ظنی ہیں تو دیگر مختلف فیہ مسائل کی طرح اس میں دونوں ہی فریقوں کے لیے احتمال ہے کہ وہ صواب پر یا خطا پر ہو۔ لہٰذا اگر ایک فریق نسخ الکتاب بالسنۃ کا قائل ہو کر والتی

یاتین الفاحشۃ" الآیۃ کا سُنّت خذوا عنی قد جعل اللہ لھن سبیلا سے منسوخ ہونے کا ذکر کرے تو دلائل کی بنا پر اس کی گنجائش ہے اور نفس الامر میں اس کے صواب و صحیح ہونے کا احتمال ہے۔

اور بہرحال نسخ الکتاب بالسنۃ کے عدم جواز کے قائل بھی شادی شدہ زانی کی حد رجم کو قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا ہم اس پر بھی تیار ہیں کہ جس طریقے سے وہ اس کو ثابت کرتے ہیں۔ ہم اس ہی طریقے کو تسلیم کرلیں

بقیہ : سیاسی انقلاب

یہودی) نہ اُن لوگوں کے راستہ پر چلا (جو خدمت خلق کا دعوٰی کرتے ہوتے اگرچہ حکومت پالیتے ہیں مگر وہ اس خدمت کو انجام نہیں دے سکتے کیونکہ) وہ گمراہ ہیں۔ (جیسے عیسائی)

یہ ہے عقیدہ توحید کا سیاسی پہلو۔ یہ ہے سورۂ فاتحہ کی اجمالی تفسیر

(ان کی تفصیلات کے لیے آپ حضرت مولانا محمد میاں صاحب منصور انصاری کا "اساس انقلاب اور مراقبہ نماز" ملاحظہ فرمانے کی کوشش کریں۔

بقیہ : حجاب

چاہیئے کہ ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے جلباب کے استعمال کی یہ صورت نقل کی ہے کہ وہ عورت سر سے پاؤں تک اس میں لپٹی ہوئی ہو اور چہرہ اور ناک بھی اس سے مستور ہو۔ صرف ایک آنکھ راستہ دیکھنے کے لیے کھلی ہو۔"

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ عورت صرف ضرورت کے وقت جب گھر سے نکلے تو اس کو پردے کا یہ درجہ اختیار کرنا ضروری ہے کہ جلباب میں سر سے پاؤں تک مستور ہو اور چہرہ بھی چھپا ہوا ہو۔ اور یہ جلباب اتنا سادہ اور عام کپڑے کا ہو کہ غیر محرم کی بے توجہی کا باعث بنے۔ ظاہر ہے اگر جلباب پر ہی موتی ٹنکے ہوں گے۔ ریشمی دھاگے کی کڑھائی ہوگی۔ طرح طرح کی بیلوں اور پھول بوٹیوں سے آراستہ ہوگا تو لامحالہ نامحرم کی نگاہیں جلباب میں ہی کھو جائیں گی۔ جلباب سے ہٹیں گی تو جلباب والی کے بارے میں سوچیں گی جو کہ یقیناً زیادہ بڑی بات ہے۔

حاصلِ مطالعہ

مولانا نعیم الدّین صاحب ، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

دولت مندی کے ساتھ خُدا کی یاد

انسان اگر جائز ذرائع سے دولت حاصل کرے اور صحیح مصارف پر خرچ کرے تو اس میں قطعاً کوئی مضائقہ نہیں ہے ، چنانچہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں ۔

"لَا بَأْسَ بِالْغِنٰی لِمَنِ اتَّقَی اللّٰہَ" [1] (الحدیث) — اس شخص کے لیے مالداری میں کوئی مضائقہ نہیں جو اللہ سے ڈرتا ہو۔

بسا اوقات دولت بڑی کام آتی ہے اور متقی شخص اپنی دولت کارِ خیر میں خرچ کر کے اللہ کے ہاں بڑے درجے پا لیتا ہے ۔ ہمارے اسلاف میں بعض شخصیات ایسی گزری ہیں جنہیں خداوند تعالیٰ نے دولت سے نوازا تھا ۔ وہ اپنی دولت اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے تھے اور دولت اُن کے لیے خُدا کی یاد میں کسی قسم کا حجاب نہیں بنتی تھی ۔

ذیل میں دو واقعات درج کیے جاتے ہیں جن سے اس حقیقت کا اظہار ہوتا ہے ۔

نہ مردست آنکہ دنیا دوست دارد

حکیم الاُمّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ۔

---

[1] مسند احمد ۔ بحوالہ مشکوٰۃ ص ۴۵۱

حضرت مولانا (عبدالرحمٰن) جامیؒ کا قصہ ہے کہ وہ (حضرت) خواجہ عبیداللہ احرارؒ کی خدمت میں بیعت کے ارادہ سے گئے، خواجہ صاحبؒ کے پاس بڑی ثروت تھی۔ مولانا جامیؒ چونکہ طالب تھے اور طالب بیباک ہوا ہی کرتا ہے اس وجہ سے اُن کی یہ حالت دیکھ کر مولانا جامیؒ نے یہ مصرع پڑھا۔

"نہ مردست آنکہ دُنیا دُوست دارد"

(وہ شخص مردِحق آگاہ نہیں ہے جو دُنیا کو دوست رکھتا ہے) اور واپس چلے آئے اور مسجد میں آکر سو رہے، خواب میں دیکھا کہ میدانِ حشر برپا ہے، اِسی حالت میں کسی صاحب معاملہ نے آکر اُن کو پکڑ لیا اور کہا "دو پیسے لاؤ فلاں معاملہ میں دُنیا میں تمہارے ذمّے رہ گئے تھے۔" اب یہ ہر چند پیچھا چھڑاتے ہیں، وہ چھوڑتا نہیں، اتنے میں دیکھا کہ خواجہ صاحبؒ کی سواری آئی آپ نے فرمایا کہ فقیر کو کیوں تنگ کر رکھا ہے۔ ہم نے جو خزانہ جمع کیا ہے وہ کس واسطے ہے، اِن کے ذمّے جتنا مطالبہ ہے اس میں سے ادا کر دو۔ اُن کے کہنے سے انھیں رہائی ملی جب اُن کی (مولانا جامیؒ کی) آنکھ کھلی تو دیکھا کہ خواجہ صاحب کی سواری آرہی ہے۔ اَب یہ بہت ہی محجوب ہیں، خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ وہ مصرع تو پڑھو جو تم نے پڑھا تھا۔ اب یہ شرم کے مارے پڑھتے نہیں اصرار کرنے پڑھا

ع نہ مردست آنکہ دُنیا دوست دارد

آپ نے فرمایا کہ ابھی یہ ناتمام ہے۔ اِس کے ساتھ یہ اور ہونا چاہیے۔

اگر دارد برائے دوست دارد

دُنیا اگر ہو بھی تو اپنے واسطے نہ ہو دوست کے واسطے ہو، ایسی دُنیا میں کیا حرج ہے"۔ [1]

---

[1] حقیقت مال و جاہ ص۵۲۷

یاد رہے کہ مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے اکابر اولیاء اللہ میں سے تھے، تصنیف و تالیف کے ساتھ ساتھ شعر و شاعری کا بھی اعلیٰ ذوق رکھتے تھے، سلسلۂ نقشبندیہ میں حضرت سعد الدین کاشغری رحمہ اللہ (م ۸۶۰ھ) سے منازلِ سلوک طے کرکے خرقۂ خلافت حاصل کیا تھا۔

آپ نے اپنے مُرشد کے علاوہ دیگر بزرگوں سے بھی فیض پایا جن میں حضرت خواجہ عبیداللہ احرار علیہ الرحمۃ (م ۸۹۵ھ) سرِفہرست ہیں، مولانا جامیؒ کو حضرت خواجہ صاحبؒ سے بڑی عقیدت تھی، آپ نے اپنی کتاب "نفحات الانس" میں حضرت خواجہ صاحبؒ کا بڑے شاندار الفاظ میں تذکرہ کیا ہے

۸۹۸ھ میں اکیاسی برس کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی خیابانِ ہرات (افغانستان) میں آپ کا مزارِ مُبارک مرجعِ خلائق ہے۔

دل بیار و دست بکار

امامِ ربّانی مجددِ الفِ ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ (م ۱۰۳۴ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

"حضرت خواجہ نقشبند فرمودہ اند قدّس اللہ سرّہٗ الاقدس کہ در بازارِ منیٰ تاجرے را دیدم کہ پنجاہ ہزار دینار کم و بیش را خرید و فروخت نمود و یک لحظہ دلِ اُو از حق سبحانہٗ غافل نگشت"۔ [۱]

حضرت خواجہ محمّد پارسا نقشبندی رحمہ اللہ (م ۸۲۲ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے (مکّہ مکرّمہ میں) منیٰ کے بازار میں ایک شخص کو دیکھا کہ اُس نے کم و بیش پچاس ہزار دینار کی خرید و فروخت کی، لیکن ایک لمحہ کے لیے بھی اس کا دلِ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں ہُوا۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا جذبۂ ایثار و ہمدردی

حضرت خواجہ نظام الدّین اولیاء رحمہ اللہ (م ۷۲۵ھ) کی ذاتِ ستودہ صفات سے کون شخص ناواقف ہوگا، آپ نے دہلی میں بیٹھ کر رشد و ہدایت اور خلق کی راحت رسانی کا تنِ تنہا وہ کام کیا ہے جو ایک

---

۱ مکتوباتِ امامِ ربّانی ج اوّل ص۹۳ طبع رؤف اکیڈمی لاہور

بڑی جماعت سے بھی مشکل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی طبیعت میں مخلوق کی ہمدردی اور غم گساری کا خاص جذبہ ودیعت فرمایا تھا۔

چنانچہ پروفیسر خلیق احمد نظامی تحریر فرماتے ہیں

"خواجہ عزیز الدین ایک دعوت میں شرکت کرنے کے بعد شیخ کی خدمت میں پہنچے، شیخؒ نے پوچھا کہاں سے آرہے ہو؟ عرض کیا فلاں شخص کے یہاں مدعو تھا۔ وہاں لوگ ذکر کرتے تھے کہ شیخ نظام الدین کو عجب فراغِ باطنی حاصل ہے اُن کو کسی طرح کا کوئی غم اور فکر نہیں، شیخؒ نے یہ سُن کر نہایت کرب آمیز لہجے میں فرمایا " جس قدر غم و اندوہ مجھے رہتا ہے کسی کو اِس جہان میں نہ ہوگا، اس واسطے کہ اتنی مخلوق میرے پاس آتی ہے اور اپنے رنج اور تکلیف بیان کرتی ہے۔ اُن سب کا بوجھ میرے جان و دل پر پڑتا ہے۔"[1]

تاریخ میں آپ کے جذبۂ ایثار و ہمدردی، غمخواری وغمگساری کے بہت سے واقعات ملتے ہیں دو تین واقعات نذرِ قارئین کیے جاتے ہیں

پروفیسر نثار احمد فاروقی رقمطراز ہیں

(۱) " حضرت محبوبِ الٰہی اکثر روزہ رکھتے تھے، اور سحر کے وقت بھی بہت ہی قلیل غذا تناول فرماتے تھے، آپ کے خادم خواجہ عبدالرحیم جن کے ذمے سحری کا لے جانا تھا بیان کرتے ہیں کہ اکثر ایسا ہوتا کہ حضرت خواجہ سحری کے وقت کچھ بھی نہ کھاتے، میں نے عرض کیا۔ آپ اِفطار میں بھی نہیں کھاتے۔ اگر سحری بھی نہ کھائیں گے تو ضعف بڑھ جائے گا آپ پر گریہ طاری ہوگیا اور فرمایا

"کتنے غریب اور بیکس مسجدوں کے کونوں اور چبوتروں پر بھوکے پڑے ہوتے ہیں اور فاقے سے رات گزار دیتے ہیں۔ یہ کھانا بھلا میرے حلق سے نیچے کس طرح اُتر سکتا ہے۔"[2]

---

[1] شیخ نظام الدین اولیاء صـ ۱۲

[2] چشتی تعلیمات صـ ۳۸

۲۔ "حضرت محبوب الٰہی نے ایک عورت کو دیکھا کہ دریائے جمنا کے کنارے ایک کنویں سے پانی بھر کر لے جارہی ہے۔ آپ نے اس سے کہا کہ تو دریا کو چھوڑ کر کنویں کا پانی کیوں پیتی ہے؟ اس نے کہا کہ میرا شوہر غریب ہے ہمارا گھر کا خرچ مشکل سے چلتا ہے، جمنا کا پانی بھوک زیادہ لگاتا ہے اس لیے ہم کنویں کا پانی پیتے ہیں، حضرت یہ سُن کر رونے لگے اور خانقاہ میں آکر اپنے خادم سے کہا کہ غیاث پور میں ایک عورت ہے جو جمنا کا پانی نہیں پیتی، کیوں، اس سے بھوک زیادہ لگتی ہے۔ تم جاکر اُس سے پُوچھو کہ اس کے ماہانہ خرچ میں کتنا خسارہ رہتا ہے۔ اتنا خرچ اُسے ہر مہینے ہماری خانقاہ سے دیا کرو اور اُس سے کہو جمنا کا پانی پیئے۔"[1]

۳۔ "ایک بار غیاث پور میں آگ لگ گئی، گرمی کا موسم تھا، آپ چلچلاتی دُھوپ میں اپنے مکان کی چھت پر کھڑے ہوئے آگ لگنے کا منظر اُس وقت تک دیکھتے رہے جب تک وہ بُجھ نہ گئی۔ پھر خواجہ اقبال کو بُلایا اور فرمایا کہ "جاکر گھروں کی گنتی کرو کہ کتنے آگ سے متأثر ہوئے ہیں، اور ہر گھر والے کو چاندی کے دو تنکے، دو روٹیاں اور ایک صُراحی ٹھنڈے پانی کی پہنچاؤ"۔ بستی کے لوگ اس وقت بہت ہی پریشان اور مضطرب تھے۔ جب خواجہ اقبال کھانے کا خوان اور پانی کی صراحی اور چاندی کے تنکے لے کر ہر ایک کے گھر پہنچے تو لوگ خوشی سے آب دیدہ ہوگئے۔ دو تنکے اس زمانے میں اتنی قیمت رکھتے تھے کہ اس سے کئی چھپر ڈلوائے جاسکتے تھے۔"[2]

کاش کہ خلقِ خدا کے ساتھ ایثار و ہمدردی اور غم خواری و غمگساری کا ایک شمّہ ہمیں بھی نصیب ہوجائے۔

---

[1] چشتی تعلیمات ص ۳۸　　[2] چشتی تعلیمات ص ۳۹

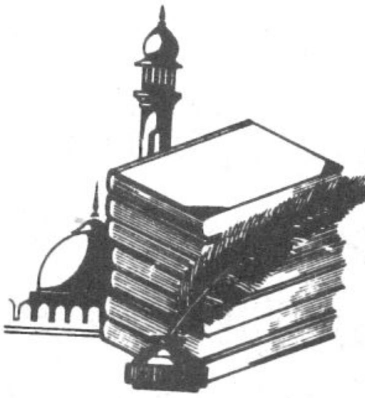

تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہیں۔

تقریظ و تنقید

مختلف تبصرہ نگاروں کے قلم سے

نام کتاب : سیرتِ مجمع کمالات (صلّی اللہ علیہ وسلّم)
تصنیف : پروفیسر محمد عبدالجبار شیخ
صفحات : ۳۸۰
سائز : $\frac{۳۶ \times ۲۳}{۱۶}$
ناشر : ادارہ تعلیماتِ سیرت علامہ اقبال کالونی سیالکوٹ
قیمت : ۱۶۰/-

سرورِ کائنات فخرِ موجودات حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کو جہاں دیگر خصوصیات و امتیازات حاصل ہیں وہیں یہ خصوصیت و امتیاز بھی حاصل ہے کہ آپ کی سیرت کے مختلف گوشوں پر جتنا لکھا گیا ہے اور تا حال لکھا جا رہا ہے اتنا کسی بھی فردِ بشر کی سیرت پر نہیں لکھا گیا، بظاہر اس کی وجہ یہ نظر آتی ہے کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حیاتِ طیبہ اس قدر متنوّع گوشوں پر مشتمل ہے کہ اُن کا احاطہ کرنا اور صفحۂ قرطاس پر لانا انسان کے بس کی بات نہیں ہے، اسی لیے آپ کی سیرتِ مبارکہ پر لکھنے لکھانے کا سلسلہ مسلسل جاری ہے اور تا قیامِ قیامت جاری رہے گا۔ زیرِ نظر کتاب " سیرتِ مجمع کمالات" بھی اسی مبارک سلسلے کی ایک خوب صورت کڑی ہے۔

اس کتاب میں سیرتِ مبارکہ کے مختلف گوشوں سے متعلق درج ذیل گیارہ مقالات کو جمع کیا گیا ہے (۱) کمالِ پیغامِ سیرت (۲) کمالِ عرفانِ نبوّت (۳) کمالِ نبوّت و رسالت (۴) کمالِ اسوۂ حسنہ (۵) کمالِ علم و حکمت (۶) کمالِ خُلقِ عظیم (۷) کمالِ نظمِ معیشت (۸) کمالِ نظامِ عدل (۹) کمالِ اقدارِ انسانی (۱۰) کمالِ رأفت و

رحمت (۱۱) کمالِ حسنِ معاشرت" یہ تمام مقالات محترم جناب پروفیسر محمد عبد الجبار شیخ کے ہیں جو آپ نے ۱۹۸۵ء سے لے کر ۱۹۸۸ء تک منعقد ہونے والی مختلف سیرت کانفرنسوں میں پڑھے ہیں ان مقالات کا اندازِ بیان نہایت عمدہ اور قیمتی معلومات سے پُر ہے۔ ہر بات باحوالہ ذکر گئی ہے کتاب شروع میں متعدد علماء اور اسکالرز کی آراء درج کی گئی، کتابت و طباعت سیرت کی کتاب کے شایانِ شان ہے۔

خوب صورت ڈائی دار جلد سے مزین یہ کتاب مارکیٹ میں دستیاب ہے۔ قارئین ضرور اس سے استفادہ فرمائیں۔

○

نام کتاب : خطباتِ دین پوری (جلد چہارم)

افادات : حضرت مولانا عبد الشکور دین پوری رحمۃ اللہ علیہ

مرتّب : قاری جمیل الرحمٰن اختر

صفحات : ۳۸۴

ناشر : انجمن خدام الاسلام باغبانپورہ

قیمت : /۱۵۰

خطباتِ دین پوری کی تین جلدوں پر گزشتہ شماروں میں تبصرہ گزر چکا ہے۔ زیرِ تبصرہ کتاب خطبات دین پوری کی چوتھی جلد ہے، اس جلد میں حضرت دین پوری رحمہ اللہ کے نو خطبات کو اکٹھا کیا ہے جو درج ذیل ہیں۔ (۱) عدل و انصاف (۲) مقامِ مصطفٰی صلّی اللہ علیہ وسلّم (۳) ختمِ نبوّت (۴) شہداء اسلام (۵) سیرت النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم (۶) پردہ (۷) رمضان اور غزوۂ بدر (۸) اولیاء رحمٰن (۹) معاملات۔

خطبات کی یہ چوتھی جلد بھی اپنی ظاہری و معنوی خوبیوں کے ساتھ مارکیٹ میں دستیاب ہے۔

○

نام کتاب : اشرف اللطائف

افادات : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

مرتّب : مولانا محمد اسحاق صاحب

صفحات : ۱۹۲

سائز : ۳۶×۲۳ / ۱۶

ناشر : ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

قیمت : درج نہیں۔

خوش مزاجی اور ظرافتِ طبع انسان کی زندہ دلی کی علامت ہوتی ہے، ہمارے اکابر کو اللہ تعالیٰ نے جہاں دیگر اوصاف سے نوازا تھا وہیں اُن میں خوش مزاجی اور ظرافتِ طبع بھی ودیعت فرمائی تھی جس کا نتیجہ یہ تھا کہ ایک عام آدمی بھی اُن سے استفادہ کر سکتا تھا۔

حکیم الامّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے بارے میں مشہور تو یہ ہے کہ آپ بڑے رعب داب والے اور جلالی بزرگ تھے، کسی کو وہاں پَر مارنے کی مجال نہ تھی، لیکن آپ کے مواعظ اور ملفوظات پڑھ کر اس کے برعکس حالت کا پتہ چلتا ہے۔ ان مواعظ و ملفوظات سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نہایت خوش مزاج اور ظریف الطبع بزرگ تھے اور موقع بہ موقع ایسی بات ارشاد فرما دیتے تھے کہ محفل کشتِ زعفران بن جاتی تھی۔ زیرِ تبصرہ کتاب "اشرف اللطائف" اس کا زندہ ثبوت ہے۔ اس کتاب میں مولانا محمد اسحاق صاحب نے حضرت تھانوی رح کے مواعظ و ملفوظات سے حضرت کے نہایت عجیب و غریب علمی و ادبی لطائف کو جمع فرمایا ہے، کتابت و طباعت عمدہ ہے۔ قارئین اس کتاب کا مطالعہ کریں گے تو ضرور محظوظ ہوں گے۔

○

نام کتاب : بغیر گھاٹے کی تجارت، افادات حضرت مولانا سیّد ارشد مدنی دامت برکاتہم، صفحات ۴۰، ناشر تنظیم القراء والحفاظ، ٹرسٹ پاکستان چوک کراچی

زیرِ تبصرہ کتابچہ حضرت مولانا سیّد ارشد مدنی دامت برکاتہم کی ایک تقریر پر مشتمل ہے جو آپ نے شوال ۱۴۱۴ھ میں تنظیم القراء والحفاظ کے ماہانہ تربیتی اجلاس میں فرمائی تھی۔ بڑی پُر مغز اور مؤثر تقریر ہے اس سے ضرور استفادہ کرنا چاہیے۔

نام کتاب : فتوٰی دار الحرب تاریخی و سیاسی اہمیت، افادات حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی قدس سرہٗ، صفحات ۲۴، مرتّب ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہان پوری ناشر مجلس یادگار شیخ الاسلام پاکستان کراچی۔

زیرِ نظر رسالے میں ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہان پوری زید مجدہٗ نے حضرت شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی قدّس سرہ کے چار فتوے جمع فرمائے ہیں جو ہندستان کے دار الحرب ہونے یا نہ ہونے اور اس میں سود لینے کے جواز و عدم جواز سے متعلق ہیں یہ فتوے اگرچہ فتاوٰی عزیزی میں موجود ہیں جو بازار میں عام ملتی ہے ڈاکٹر صاحب نے ان چار فتاوٰی کی تاریخی و سیاسی اہمیت کے پیشِ نظر ان کو علیحدہ طبع فرمایا ہے۔

(ن - د)

جامعہ مدنیہ لاہور کیلئے تعاون کی اپیل

جامعہ مدنیہ لاہور کا شمار ملک کے عظیم دینی اداروں میں ہوتا ہے۔ اس کی ابتداء ۷۵ء میں ہوئی تھی۔ گویا اِس وقت جامعہ زندگی کی ۳۹ بہاریں پوری کرکے چالیسویں میں داخل ہو رہا ہے۔ بحمداللہ اس عرصہ میں جامعہ سے سینکڑوں علماء اور کثیر تعداد میں حفاظ و قراء تیار ہوئے۔ بفضلہ تعالیٰ جامعہ میں درسِ نظامی درجاتِ تکمیل اور درجاتِ تجوید و قرأت عشرہ و حفظ و ناظرہ و دینیات کا مکمّل انتظام ہے۔ حتّٰی کہ طب کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ طلبہ خوشنویسی بھی سیکھتے ہیں۔

اس سال تقریباً ۹۳۷ طلبہ نے قابل و لائق اساتذہ کی زیرِ نگرانی مختلف شعبوں میں تعلیم حاصل کی، اُن میں ایک سو سے زائد طلبہ کے خورد و نوش وظائف کپڑوں اور دیگر جملہ مصارف کا جامعہ کفیل رہا، لیکن گزشتہ چند سالوں میں ہوشربا گرانی نے اس درجہ پریشانی پیدا کر دی ہے کہ سب کارکنانِ مدرسہ اس بارے میں متفکر ہیں۔

اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ علومِ اسلامیہ کا یہ عظیم مرکز بیش از بیش علمی خدمات انجام دے اور مہمانانِ رسول ان قدسی علوم سے بہرہ ور ہوتے رہیں تو آپ خود بھی اس نیک کام میں پوری قوّت سے مدد کیجیے اور اپنے احباب کو بھی اس کارِ خیر میں حصّہ لینے کی ترغیب دیجیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب سے اپنے دینِ متین کی بیش از بیش خدمت لیں۔ آمین

ہم ہیں آپ کے مخلص

اراکینِ جامعہ مدنیہ، لاہور